تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

اگست ۱۹۶۴

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

کتاب تفہیمات ربانیہ کا نیا ایڈیشن

کتاب تفہیمات ربانیہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں مخالفین کی مشہور کتاب عشرۂ کاملہ کا جواب دیا گیا تھا۔ جس طرح عشرۂ کاملہ مخالفین کے اعتراضات کا مجموعہ ہے اسی طرح تفہیمات ربانیہ احمدیہ جوابات کا تسلی بخش مجموعہ ہے۔ ہر اعتراض کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالی نے جلسہ سالانہ ۱۹۳۰ کی تقریر میں فرمایا تھا کہ:-

> ,,اس کا نام میں نے ہی تفہیمات ربانیہ رکھا ہے۔ (طباعت سے پہلے) اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا تھا۔ اس کتاب کے لئے کئی سال سے مطالبہ ہو رہا تھا۔ کئی دوستوں نے بتایا کہ عشرۂ کاملہ میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اس کے جواب میں اعلی لٹریچر تیار ہؤا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئیے اور اس کی اشاعت کرنی چاہئیے،،۔

(الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

احباب یہ پڑھ کر خوش ہوں گے کہ تفہیمات ربانیہ پھر طبع ہو رہی ہے۔ نظرثانی میں بہت سے نئے حوالے بھی شامل ہو رہے ہیں اور مخالفین کے نئے اعتراضات کے جوابات بھی درج کئے جا رہے ہیں۔ انشاءاللہ العزیز اب اس کی افادیت میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔ حجم آٹھ صد صفحات ہو جائیگا۔ سفید کاغذ پر طبع ہوگی اور مجلد ہوگی۔ کتاب محدود تعداد میں طبع ہوگی اس لئے دوست اپنی مطلوبہ تعداد سے جلد آگاہ فرماویں۔ مجلد سفید کاغذ کی قیمت گیارہ روپے اور مجلد اخباری کاغذ کی قیمت آٹھ روپے ہوگی۔ پیشگی قیمت بھجوانے والوں سے ایک روپیہ کم لیا جائے گا۔ آخر اگست ۶۴ء تک آنیوالی رقوم پیشگی تصور ہونگی (یہ قیمت علاوہ محصولڈاک ہے)

خاکسار
ابوالعطاء جالندھری
ایڈیٹر الفرقان ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۴ شمارہ ۸	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ	ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ اگست ۱۹۶۴ء

مندرجات

رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کے متعلق احباب جماعت کیلئے اطلاع

۲۸ر جولائی ۱۹۶۴ء کو صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کی طرف سے ایک وفد محترم جناب گورنر صاحب مغربی پاکستان کی خدمت میں اس سلسلہ میں حاضر ہوا ۔ اور ایک نہایت **مدلل** اور **مفصل یادداشت** ان کے سامنے رکھی ۔ جناب گورنر صاحب سے رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں مندرجہ کشف کے متعلق عرض کیا گیا ۔ کہ جناب ! **اوّل تو یہ کشف** ہے اور ایسے کشوف امت کے بہت سے اولیاء نے پہلے بھی دیکھے ہیں اور کتابوں میں شائع شدہ ہیں ۔ دوسرے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے "ایک غلطی کا ازالہ" نامی رسالہ میں اس کشف کو **اختصار** سے درج کیا ہے اور ساتھ ہی تحریر فرما دیا ہے کہ "**یہ کشف براہین احمدیہ میں موجود ہے**" (صفحہ ۱۱ حاشیہ) اور براہین احمدیہ میں یہ کشف تفصیل سے درج ہے چنانچہ براہین احمدیہ سے پورا کشف مجلس میں پڑھا گیا ۔ اس میں درج تھا کہ

> "**حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادرِ مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا**" (براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۳)

جب یہ ساری عبارت پڑھی گئی تو جناب گورنر صاحب بہادر نے فرمایا کہ **اس صورت میں تو کوئی اعتراض نہیں ہے** آپ لوگ یوں کریں ۔ کہ براہین احمدیہ کی یہ عبارت بھی "ایک غلطی کا ازالہ" کے حاشیہ میں نیچے درج کر دیں اور پھر بے شک رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" طبع کریں ۔ انہوں نے اس مشورہ کا یہ فائدہ بھی بتایا کہ اصل عبارت پڑھکر عوام کی پوری طرح تسلی ہو جائیگی اور کسی طرح کا اعتراض پیدا نہ ہوگا ۔ اسی سمجھوتہ پر یہ ملاقات ختم ہوئی ۔ احباب جماعت کی بےچینی دور کرنے کے لئے میں یہ سطور شائع کر رہا ہوں

وَ اٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین ۔ خاکسار ابو العطاء جالندھری ۶۴-۸-۶

اداریہ

قرآن مجید اور تثلیث پرستی کی لطیف تردید

حضرت مریمؑ کے بارے میں عیسائیوں کے اعتراض کا جواب

مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کو دیکھنے سے قرآن مجید کی عظمت بیان اور نمایاں ہو جاتی ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خوب فرمایا ہے کہ:۔

"قرآن کے ہر ایک ایسے فقرہ کے نیچے ایک خزانہ ہے جس کو کافروں کے اٹھے مخالفانہ حربے منہدم کر کے جھوٹ کے رنگ میں کھلانا چاہتے ہیں" (اربعین ۴ ص۱۵ حاشیہ)

اس ماہ کے عیسائی رسالہ اخوت لاہور نے لکھا ہے کہ:۔

"جناب والا! قرآن شریف نے مسیحیت کو موردِ الزام ٹھہرایا اور کہا کہ یہ لوگ تثلیث میں تین خداؤں کو مانتے ہیں اور ان تین خداؤں میں باپ۔ بیٹا۔ اور مریم کو خدا کہتے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک یہ بات سچ ہے؟ آپ ہمیں بتائیں دنیا میں مسیحیت کا کوئی ایسا فرقہ ہے جو تثلیث کے تین اقانیم میں مریم مقدسہ کو بھی شامل کرتا ہو؟ شاید آپ کے علم میں اس قسم کا فرقہ بھی ہو؟ لیکن اگر بفرضِ محال دنیا میں کوئی ایسا فرقہ مل بھی جائے تو کیا ایک فرقہ کی بدعتی تعلیم کی وجہ سے تمام مسیحیت موردِ الزام ہو سکتی ہے"

(اخوت لاہور جولائی ۶۷ء ص۱۱)

آیئے پہلے ہم قرآن شریف کے اس بیان پر غور کریں جس میں اس نے عیسائیوں کی تثلیث پرستی کا ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔

(المائدہ ۷۲-۷۳)

ترجمہ:۔ یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ نے کہہ دیا تھا

کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ جو میرا بھی رب
ہے اور تمہارا بھی۔ یقیناً جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک
ٹھہرائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام قرار دیدی ہے
اور اس کا ٹھکانہ آگ ہوگا۔ ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہ ہونگے
یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین (اقانیم)
میں سے ایک ہے حالانکہ در اصل خدائے واحد کے سوا کوئی معبود
نہیں ہے۔ اگر یہ (تثلیث پرست) اپنی بات سے باز نہ آئے تو
ان کافروں کو سخت عذاب پہنچے گا۔"

ان دو آیات میں توحید حقیقی کی وضاحت کے ساتھ
ساتھ مسیحیوں کے اس عقیدہ کی بھی تردید کی گئی ہے۔ کہ اللہ
تعالیٰ نے مسیح میں حلول کر لیا تھا۔ اور ان کے اس خیال کو بھی
غلط قرار دیا ہے۔ کہ تین اقانیم یا تین خدا ہیں اور اللہ تعالیٰ
ان میں سے ایک ہے گویا یہ آیات الوہیت مسیح اور تثلیث
کی کھلی کھلی تردید کرتی ہیں۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں عقیدۂ تثلیث
کی تردید کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ عیسائی لوگ اللہ تعالیٰ
کے سوا کن دوسرے دو خداؤں کو مانتے ہیں۔ البتہ پہلی آیت
میں مذکور ہے کہ وہ غلط طور پر مسیح کو خدا قرار دیتے ہیں پس
اس جگہ عقیدۂ تثلیث کی تردید کے ساتھ صراحت صرف
اس قدر کی ہے کہ عیسائی لوگ خدائے واحد برحق کے ساتھ
مسیح کو بھی خدا قرار دیتے ہیں جو سراسر غلط عقیدہ ہے باقی
رہا یہ سوال کہ عیسائی لوگوں نے تیسرا خدا کس کو قرار دے
رکھا ہے۔ اس کا اس جگہ ذکر نہیں ہے۔ ہاں قرآن مجید کے
ایک دوسرے مقام پر اس سلسلہ میں آیات ذیل ہیں۔ فرمایا:۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ
وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ
عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ
أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا
بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ
انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ
وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ
لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَ
كَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۔ لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ
أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ
الْمُقَرَّبُونَ ۚ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ
عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ
إِلَيْهِ جَمِيعًا ۔ (النساء ۱۷۱-۱۷۲)

ترجمہ:۔ اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ
کرو۔ اور خدا تعالیٰ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہ کہو۔
مسیح بن مریم اللہ تعالیٰ کا صرف رسول ہے وہ اس کا
نشان ہے۔ جو اس نے مریم کو دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی
طرف سے ایک پاک روح ہے پس تم اللہ تعالیٰ اور اس
کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تین خداؤں کا عقیدہ
ہرگز اختیار نہ کرو۔ اس سے باز آجاؤ۔ اسی میں تمہاری
بھلائی ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود ہے وہ اس
سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ وہ آسمانوں اور زمین
کی سب چیزوں کا مالک ہے اللہ کافی کارساز ہے نہ مسیح اور
نہ ہی مقرب فرشتے اس امر کا انکار کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ
کے بندے اور غلام ہیں۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے
ناک بھوں چڑھائیگا اور تکبر کریگا اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کریگا۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسیح کی رسالت کا اثبات فرمایا ہے اور ان کی غیر معمولی ولادت کو خاص امرِ الٰہی کا نتیجہ قرار دیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتے ہوئے عیسائیوں کی تثلیث کی تردید فرمائی اور بتلایا کہ مسیح یا فرشتے (روح القدس) اللہ تعالیٰ کے محض بندے اور عبد ہیں خدا یا خدا کے بیٹے نہیں۔ پس اس جگہ ان تثلیثی مسیحیوں کی تردید فرمائی جو باپ خدا، بیٹا خدا اور روح القدس خدا کہتے پھرتے ہیں۔

ایک تیسرے مقام پر قرآن مجید فرماتا ہے:۔

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۚ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

(المائدہ ۱۱۶-۱۱۷)

ترجمہ:۔ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے پوچھا کہ کیا تو نے ان عوام الناس عیسائیوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود ٹھہراؤ۔ مسیح نے عرض کیا کہ اے اللہ! تو پاک ہے میں ایسی بات کس طرح کہہ سکتا تھا جس کے کہنے کا مجھے کسی طرح حق نہ تھا۔ اگر میں نے کہی ہوتی تو آپ خود اسے جانتے۔ تجھے میرے دل کی سب باتوں کا پتہ ہے۔ میں تیرے رازوں کو نہیں جانتا تو سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے میں نے ان لوگوں کو وہی تعلیم دی تھی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا یعنی یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تم سب کا رب ہے۔ میں ان پر اس وقت تک پوری طرح نگران رہا جب تک میں ان میں زندہ موجود تھا مگر جب آپ نے مجھے وفات دیدی تو آپ ہی ان کے نگران تھے۔ اور آپ ہر چیز پر گواہ ہیں۔"

ان آیات میں مسیح کی الوہیت اور مریم کی الوہیت کے عیسائی خیال کی مدلّل تردید خود حضرت مسیح کی زبانی کرائی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو ثابت کیا گیا ہے۔

ایک چوتھے مقام پر قرآن مجید فرماتا ہے:۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُونَ ۝ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَنّٰى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

(الانعام ۱۰۱)

ترجمہ:۔ ان بت پرستوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے نادیدنی شریک ٹھہرا رکھے ہیں۔ حالانکہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا خالق ہے۔ پھر انہوں نے ازراہِ جہالت اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹوں اور بیٹیوں کا سلسلہ گھڑ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بیانات سے بالا اور پاک ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اس کا بیٹا ہو کیسے سکتا ہے جبکہ اس کی کوئی رفیقہ نہیں ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔

ان آیات میں خداوند عزّ وجلّ نے دیوی دیوتاؤں کے پرستاروں کی تردید کرتے ہوئے ایک **اصولی بات** بیان فرمائی

کہ جب تم خدا کے بیٹے یا بیٹیاں مانتے ہو تو پھر تمہیں اس کی
بیوی بھی ماننی چاہیئے۔ مگر جب تم کہتے ہو کہ اس کی بیوی نہیں ہے
تو پھر اس کے لئے بیٹے یا بیٹی کا تصوّر ہی کیونکر پیدا کر سکتے ہو؟

قرآنِ پاک کے ان چاروں مقامات پر مجموعی نظر کرنے
سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی ذات میں
کسی قسم کے شرک کو برداشت نہیں کرتا۔ وہ اس بات کو بھی غلط
قرار دیتا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ وہ اس بات کو بھی غلط
ٹھہراتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اِلٰہ ہے وہ اس بات
کی بھی تردید کرتا ہے۔ کہ خدا کے ان بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ وہ
اس بات کو بھی جھوٹ قرار دیتا ہے۔ کہ خدا کی کوئی بیوی ہے

پھر قرآن مجید معین طور پر عیسائیوں کی تثلیث کی
پُرزور تردید فرماتا ہے وہ عیسائیوں کے اس نظریہ کو بھی غلط
قرار دیتا ہے۔ کہ باپ بیٹا اور روح القدس کی تثلیث ہے اور
وہ اس بات کو بھی سراسر باطل ٹھہراتا ہے کہ باپ - بیٹا اور مریم
کی تثلیث ہے وہ ہر قسم کی تثلیث کو غلط ٹھہراتا ہے اور ہر قسم
کے شرک کا ردّ کرتا ہے قرآن مجید حضرت مسیحؑ کو صرف رسول اور
خدا کا بندہ ٹھہراتا ہے اور حضرت مریمؑ کو ایک راستباز خاتون
(صدّیقہ) قرار دیتا ہے نہ کم نہ زیادہ۔

قرآن مجید کے اس لطیف بیان کے بعد عیسائی صاحبان
کا قرآن مجید پر یہ اعتراض کرنا کہ ہم (مخصوص لوگ) آج مریم
مقدسہ کو "تثلیث کے تین اقانیم" میں کہاں شامل کرتے ہیں۔
درست نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ اوّل تو قرآن مجید نے تثلیث کے
دونوں گروہوں کی تردید فرمائی ہے ان کی بھی جو تین اقانیم میں
روح القدس کو شامل کرتے ہیں اور ان کی بھی جو تین اقانیم میں
مریمؑ کو شامل ٹھہراتے ہیں۔ اور خود معترض کو اعتراض کے آخری
حصہ میں اعتراف ہے کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو بدبختی تعلیم کی
وجہ سے حضرت مریمؑ کو خدا ٹھہراتے ہیں۔ دوم یہ واقعہ ہے
کہ دنیائے عیسائیت میں حضرت مریم کی پرستش ہوتی رہی ہے
اور آج بھی ہو رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱- ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء کے پرچہ
مباحثہ جنگ مقدس میں صاف تسلیم کیا ہے کہ:۔

"رومن کیتھولک لوگ اپنے دل کے کفر
سے مریم کو خدا کی ماں قرار دیتے ہیں"
(جنگ مقدس صـ۱۸۱ ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء)

۲- مشہور پادری ایس۔ ایم۔ پال لکھتے ہیں:۔
"انہی فرقوں میں سے ایک اور فرقہ تھا جس کو فطاریسین
(Collyridians) کہتے تھے یہ فرقہ مریم
مقدسہ کی بیحد عزت اور تعظیم کرتا تھا طرح طرح کی قربانیاں
ادا کرتے تھے جن میں سے فطیر کی قربانی اپنے عید مشہور ہے
اسی لئے اس کا نام فطاریہ پڑ گیا۔ ان کا ذکر ابن بطریق
مریمیہ اور برابونیہ کے نام سے کرتا ہے اور کہتا ہے
کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا کے علاوہ مسیح اور
اس کی ماں خدا تھے" (عربستان میں مسیحیت صـ۱۲۶)

۳- جناب پادری کینن ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس لکھتے ہیں:۔
"چوتھی صدی میں مقدسہ مریم کی پرستش شروع
ہو گئی۔ پانچویں صدی میں یوٹیکین اور نسطورین
مباحثوں میں یہ پرستش اور بھی عروج پا گئی"
(تواریخ مسیحی کلیسیا صـ۲۹۹)

۴- مؤلف کتاب مسیحی حربہ لکھتے ہیں:۔
"بعض بدبختی مسیحی فرقے مبارک مریم کو آسمانی

ملکہ کہتے تھے - اور اس کے آگے قربانیاں چڑھاتے تھے - اسی زمانے میں مریم کو بعض تھیوٹاکس یعنی والدۂ خدا کہنے لگے " (مسیحی حربہ صفحہ ۳۵-۳۶ حاشیہ)

پس ثابت ہوا کہ حضرت مریم کی معبودانہ زندگی کے متعلق قرآن مجید نے جو فرمایا ہے وہ حرف بحرف درست ہے ہمارے نزدیک تو روح القدس کو خدا قرار دینے والے بھی اور مریم کو خدا سمجھنے والے بھی باطل پرست ہیں - مگر عقلاً اگر (نعوذ باللہ) ابن مریم کو خدا کا بیٹا قرار دیا جائے تو حضرت مریم کو ضرور "والدۂ خدا" کہنا چاہیئے - باپ خدا کے ساتھ ماں خدا کا تصور طبعی ترتیب ہے -

ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ مریم کی معبودانہ زندگی کے سلسلہ کو ختم کر رہا ہے اور ابن مریم کی الوہیت کا عقیدہ بھی مٹ رہا ہے - اللہ تعالیٰ قرآنی پیشگوئیوں کے مطابق وہ دن جلد لائیگا جب ساری زمین توحید کے نور سے بقعۂ نور بن جائیگی - اور باطل معبودوں کی خدائی کا خیال انسانی دلوں سے کافور ہو جائیگا -

اے خدا! وہ مبارک دن جلد آئیں - آمین

(بقیہ کالم ۲)

ہمارے مخلص اور ہمدرد معاونین (جزاھم اللہ خیرًا) کے عزم سے جاری رہے گا - مگر اب اس اصول کی پابندی اشد ضروری ہے - کہ کسی خریدار کے نام رسالہ پیشگی رقم آنے کی صورت میں ہی جاری ہو سکے گا -

احباب سے مخلصانہ اور ہمدردانہ تعاون کی امید ہے

خاکسار ابوالعطاء جالندھری

مالک رسالہ الفرقان - ربوہ

خریدار حضرات کی فوری توجہ کیلئے

رسالہ الفرقان ایک تبلیغی اور مذہبی رسالہ ہے

اس کی اصل آمد صرف خریدار حضرات کی طرف سے سالانہ چندہ پر ہے رسالہ کی **افادیت** کا ہمارے سب دوست اعتراف فرماتے ہیں - مگر ایسے بھی کافی مہربان ہیں جن کے ذمہ رسالہ کا **بقایا** ہے جس کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے یا تاخیر سے ہونے کے باعث انتظام میں **سخت دقت** پیش آرہی ہے اس وقت قریباً ۵½ ہزار روپیہ بقایا ہے اسی سے آپ اندازہ فرمالیں کہ رسالہ کن مشکلات میں چل رہا ہے نیز یہ کہ کب تک چل سکتا ہے؟

اب یہ **فیصلہ** کر لیا گیا ہے کہ بقایا دار کی صورت میں کسی کے نام رسالہ ہرگز جاری نہ کیا جائے - اور نہ جاری رکھا جائے دفتر سے جملہ بقایا دار اصحاب کو ادائیگی کے لئے توجہ دلائی جا رہی ہے - براہ کرم وہ اور دوسرے احباب اس **مشکل وقت** میں ہماری امداد فرمادیں -

ہم دسمبر ۱۹۶۴ء تک وصولی کی کوشش کرینگے - اور انتظار کرینگے - اگر خدانخواستہ حالات درست نہ ہوئے اور بقایا دار احباب نے تعاون نہ فرمایا - اور رسالہ کو کوئی بڑا نقصان اٹھانا پڑا - تو بصد افسوس والاچاری جملہ بقایادار اصحاب کے نام شائع کر کے اعلان کر دیا جائے گا کہ رسالہ کی کمزوری کی ذمہ داری ان احباب پر عائد ہوتی ہے - یہ اقدام سخت افسوسناک ہوگا - مگر بتایا جائے کہ اندریں حالات اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو رسالہ تو ہر صورت میں جاری رہے گا - اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کے بعد

(باقی کالم اول پر)

کاوش

جنابِ نسیم سیفی

کبھی فلک کے ستاروں کو دیکھ لیتا ہوں
کبھی زمین کے ذرّوں پہ ہے نگاہ مری
کبھی زبِ تبسّم سے کھیلنے کی اُمنگ
کبھی ہے جاذبِ دل آنسوؤں کا سُرخ سارنگ
کبھی چمکتی ہوئی کہکشاں ہے راہ مری

کبھی یہ دل میں تمنّا کہ نوچ لُوں تارے
کبھی خلش ہے کہ ذرّوں کو ماہتاب کروں
جنوں کا حُسنِ مجسّم سے انتساب کروں
فضائیں جاگ اُٹھیں شوخ و شنگ اِکتارے

ہر ایک شے کی حقیقت کی جُستجو ہے مجھے
ہر ایک شے کے لئے بے قرار رہتا ہوں
جگر گداختہ سینہ فگار رہتا ہوں
عجیب طرح کی پُرکیف آرزو ہے مجھے

مری یہ کاوشِ بیجا گراں نہ ہو جائے
ہر ایک چیز نظر سے نہاں نہ ہو جائے

اعانت الفرقان — و — درخواستِ دُعا

محترمہ صالحہ ایاز صاحبہ اہلیہ محترم چوہدری مختار احمد صاحب ایاز مشرقی افریقہ نے اپنی پوتی عزیزہ امۃ الحلیم بشریٰ بنت مکرم افتخار احمد صاحب ایاز کی پہلی سالگرہ کی خوشی میں ایک غیر از جماعت مستحق کے نام ایک سال کے لئے الفرقان جاری کروایا ہے۔ ان کی دوسری پوتی عزیزہ امۃ الرافع ایاز اب تیسرے سال میں ہے۔ احباب جماعت ہر دو عزیزات کی صحت و سلامتی والی لمبی عمر اور نیک و صالحہ بننے کیلئے دُعا فرمائیں۔ نیز ایسے خوشی کے مواقع پر اعانت الفرقان کی مد کو یاد رکھیں۔ (مینیجر الفرقان - ربوہ)

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

بتاؤں کیا تمہیں شانِ محمدؐ　　محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
محمدؐ باعثِ تکوینِ عالم　　کہ ہے جانِ جہاں جانِ محمدؐ

(۲)

گمان و وہم سے ہے شان برتر　　محمدؐ پاک کی۔ اَللّٰہُ اَکْبَر
غلام اس کا مسیح و مہدئ حق　　کہ جس کی شان ہے عیسٰیؑ سے بڑھ کر

(۳)

خدا زندہ ہے زندہ ہے نبیؐ بھی　　یہ قرآں ہے کتابِ زندہ اُس کی
ملا ہے متبع کو دینِ اکمل　　پئے اتمامِ نعمت وحی باقی

(۴)

حرا میں طالبِ مولےٰ تھا تنہا　　وُہی عرفات میں تن تَنہا۔ بہ دِلہا
ہزاروں قدسیوں کا ساتھ پایا　　ملا کوثر۔ اَدِرْ کَأْسًا وَنَاوِلْہَا

(۵)

یہ اَلْفُرْقَان ہے حق کی عطا ہے　　کہ قطرے سے سمندر ہو گیا ہے
قیامت تک اسی کی مُہر جاری　　وہی تو سرورِ کُل انبیاء ہے

حضورِ ساقیٔ کون و مکاں پر دو جہاں صدقے

(جناب چوہدری عبد السلام صاحب اختر۔ ایم۔ اے)

کبھی اہلِ جنوں۔ اہلِ فغاں کی بات سُن جاؤ
زمیں پر رہنے والو۔ آسماں کی بات سُن جاؤ

شکستہ ہے قبائے زندگی اس دورِ عالم میں
جہاں پر جا کے رہنا ہے وہاں کی بات سُن جاؤ

نہاں ہے جلوۂ طورِ تجلّی خانۂ دل میں
نہ جانے کر رہا ہے دل کہاں کی بات سُن جاؤ

جو ہو منظور صُلح و آشتی سے دھر میں رہنا
تو آؤ آ کے اہلِ قادیاں کی بات سُن جاؤ

حضورِ ساقیٔ کون و مکاں پر دو جہاں صدقے
حضورِ ساقیٔ کون و مکاں کی بات سُن جاؤ

جو فرصت ہو تو اس صحرائے خاک و خشت میں آ کر
کبھی اک ساکنِ گھٹیالیاں کی بات سُن جاؤ

اسلام کا اقتصادی و معاشرتی نظام

جناب مولانا سمیع اللہ صاحب فاضل بمبئی (بھارت)

اسلام نے انسان کے اقتصادی و معاشرتی نظام کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ اس میں چار چیزوں کو بنیادی جگہ دی گئی ہے۔ یعنی

۱۔ غذا
۲۔ کپڑا
۳۔ گھر
۴۔ زوجہ

واقعہ آدم قرآن پاک نے انسانی تاریخ کی ابتداء تخلیق آدم سے کی ہے۔ وہاں ہم کو ان چار چیزوں کا ذکر ملتا ہے خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرکے سب سے پہلے ان کے لئے خوراک۔ کپڑا۔ گھر اور بیوی کا بندوبست کیا۔ قصۂ آدم سے ظاہر ہے کہ انسان دنیا میں آرام۔ عزت اور نیکی کی زندگی گزارنے کے لئے ان چاروں بنیادی ضروریات کا محتاج ہے۔

قرآن مجید اور بنیادی ضروریات قصۂ آدم کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان چاروں بنیادی ضروریات کی اہمیت پر الگ الگ بھی روشنی ڈالی ہے۔ اور اس طرح اس نے اپنا یہ منشاء ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو زمین پر اس طرح دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ آسودہ حال ہوں۔ ان کے پاس کھانے کے لئے خوراک ہو۔ پہننے کے لئے کپڑے ہوں۔ رہنے کے لئے گھر ہو۔ اور جنسی خواہشات پوری کرنے۔ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رکھنے اور دنیا کی تلخیوں اور غموں کو غلط کرنے کے لئے ان کے پاس بیوی ہو۔

خوراک اللہ تعالیٰ خوراک کے متعلق فرماتا ہے کہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ یعنی ہر جاندار کی خوراک کی ذمہ داری خدا پر ہے زمین پر اس ذمہ داری کی ادائیگی خدا کے خلیفہ پر ہوتی ہے

لباس لباس کے متعلق فرماتا ہے:۔
یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا۔ (اعراف ع ۳)

یعنی اے اولادِ آدم! ہم نے تمہارے لئے عام لباس پیدا کیا ہے کہ تم اپنے جسم ڈھانک سکو۔ اور تمہارے لئے زینت کا سامان بھی پیدا کیا۔

گھر گھر کے متعلق ارشاد ہے کہ
وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ
ان تبوا لقومکما بمصر بیوتا و
اجعلوا بیوتکم قبلۃ۔ (یونس)

ترجمہ:۔ ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں مصر میں اپنی قوم کے لئے چند مکانات مخصوص کرلو اور تم لوگ اپنے مکان آمنے سامنے بناؤ۔

اس میں خدا نے نہ صرف یہ کہ گھر بنا کے رہنے کی تاکید
کی ہے بلکہ گھر بنانے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے اور وہ یہ کہ مکانات
آمنے سامنے یعنی دو رویہ قطاروں میں بنائے جائیں۔

ان تمام آیات میں خدا تعالیٰ نے اپنا یہ منشاء بیان
کیا ہے کہ ہمارے بندوں میں سے کوئی بھوکا ننگا یا بے گھر
نہ رہے۔

یہی بات خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب
کرکے یوں کہی تھی کہ

ان لک ان لا تجوع فیھا ولا تعریٰ
وانک لا تظمأ فیھا ولا تضحیٰ
(طٰہٰ ۱۶/۱۹)

یقیناً اس جنت میں تیرے لئے یہ مقدر ہے کہ تو اور تیرا
ساتھی، بھوکا نہ رہے، ننگا نہ رہے، پیاسا نہ رہے، اور
نہ دھوپ میں جلے۔

ظاہر ہے کہ انسان ایسی زندگی اسی وقت بسر کر سکتا
ہے جب اس کے پاس خوراک۔ پوشاک اور گھر ہو۔

بیوی

رہ گیا بیوی کا سوال؟ تو خدا تعالیٰ اس کے متعلق
فرماتا ہے کہ

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم
ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل
بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی
ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون - (روم ۲۱/۱۵)

ترجمہ:- خدا نے تمہارے لئے بیویاں پیدا کی ہیں تا تم ان
کے پاس سکون و قرار حاصل کرو۔ اور اس نے تمہارے درمیان
محبت اور رحمت قائم کی ہے بے شک اس میں متفکروں کے لئے
بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

یہی بات سورۂ اعراف میں بھی فرمائی ہے:۔

وھو الذی خلقکم من نفس
واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن
الیھا۔ (اعراف ۹/۱۲)

کہ وہی خدا ہے کہ اس نے تم سبھوں کو ایک جان سے پیدا کیا
ہے۔ اور پھر اسی قسم سے اس کے لئے جوڑا پیدا کیا۔ تا وہ
اس کے پاس سکون حاصل کرے۔

اقتصادی مسائل اور زمین

اس منشاءِ الٰہی کو بیان کرنے کے بعد اب میں اقتصادی
مسائل کی طرف آتا ہوں:۔

قرآن کریم نے اقتصادی مسائل حل کرنے کے لئے سب سے
پہلے ہم کو زمین کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اور صاف الفاظ
میں کہا ہے کہ ہم نے تمہاری اقتصادی ضروریات پوری کرنے
کے لئے زمین پیدا کی ہے۔ آدم یہ مسائل حل کرنا چاہتے
ہو تو زمین سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

اہمیتِ زمین

اس منشاءِ الٰہی کو سمجھنے کے لئے ہم کو
سورۂ اعراف کے دوسرے رکوع پر غور
کرنا چاہیئے۔ اس رکوع کی ابتداء اس آیت کریمہ سے ہوئی ہے

ولقد مکنّٰکم فی الارض وجعلنا
لکم فیھا معایش قلیلا ما تشکرون

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے تم کو زمین میں طاقت بخشی ہے۔
اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں ہی ذریعہ معاش پیدا کیا ہے
مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

اس آیت میں انسان کو زمین پر طاقت بخشنے کا جو ذکر
ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان زمین کو اپنے تصرف میں
لانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی
فرما دیا کہ زمین میں ہی تمہارے وسائل معاش ہیں۔ مگر تم ان
وسائل پر قابو پانے کی بہت کم کوشش کرتے ہو۔

یہ تو اس رکوع کی پہلی آیت ہے اب اس کی آخری
آیت پڑھیئے۔ فرمایا۔

ولکم فی الارض مستقر و متاع
الی حین - قال فیھا تحیون وفیھا
تموتون ومنھا تخرجون۔

یعنی تمہارے لئے زمین میں ہی ٹھکانا ہے۔ اور تم کو زمین سے ہی
ایک وقت مقرر تک فائدہ حاصل کرنا ہے۔

خدا نے یہ بھی کہا کہ تم کو اسی زمین پر جینا ہے اور اسی پر
مرنا ہے اور پھر اسی سے نکلنا ہے۔"

میں سمجھتا ہوں کہ زمین کی اہمیت واضح کرنے کے لئے
اس سے زیادہ کوئی دوسرا طریق خطاب اختیار نہیں کیا جا سکتا
اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاف الفاظ میں بتا دیا کہ
تمہاری زندگی اور موت دونوں اسی زمین سے وابستہ ہیں۔
اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو زمین کے وسائل معاش پر قابو
پانے کی کوشش کرو۔ اور اگر تم غربت و افلاس پر قانع ہو۔
تب بھی تم کو اسی زمین پر سسک سسک کے مرنا ہوگا۔ تمہارا
اوڑھنا اور بچھونا سب زمین ہی ہے۔

یہ سورۃ اعراف کے دوسرے رکوع کی پہلی اور آخری
آیات ہیں۔ ان دونوں آیات کے درمیان خدا نے آدمؑ اور
ابلیس کی سرگذشت بیان کی ہے جس سے یہ مضمون بہت لطیف
و بلیغ ہو گیا ہے۔

زمین کی غذائی صلاحیت

یہی مضمون اللہ تعالیٰ نے سورۃ حٰم سجدہ میں ذرا
دوسرے انداز سے بیان کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ زمین میں
کتنی خوراک پیدا کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے فرماتا ہے:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ
خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ
تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ۚ ذٰلِكَ
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَجَعَلَ فِيْهَا
رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا
وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ
اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ (حٰم سجدہ ۲۵/۱۵)

کہ اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے ہیں اور اس میں
بڑی برکت رکھی ہے اور اس میں رہنے والوں کے کھانے
پینے کے لئے ہر چیز کو اندازہ کے مطابق بنا دیا ہے۔ یہ سب
کچھ چار دوروں میں کیا ہے۔ یہ بات سب پوچھنے والوں
کے لئے برابر ہے۔

یہ آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ زمین میں تمام انسانوں
کی غذائی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

آج کل مسئلہ غذا ایک نازک مسئلہ بنا ہوا ہے۔
ماہرین خوراک کا عام خیال یہ ہے۔ کہ انسانی آبادی جس تیزی
سے بڑھ رہی ہے ایک صدی کے بعد زمین سے اس کو خوراک
نہیں مل سکے گی۔ اس لئے ان سبھوں نے خاندانی منصوبہ بندی
کے پردے میں نسل کشی کی تحریک چلائی ہے۔

لیکن قرآن شریف کی یہ آیت اس طرف اشارہ کر رہی ہے

کہ انسانی آبادی کتنی ہی بڑھ جائے۔ زمین ہمیشہ اس کے لئے غذا پیدا کرنے کے قابل رہے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس آیت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسٹر کسر جو پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر غذا تھے۔ آپ سے ملنے آئے اور مسئلہ خوراک پر گفتگو کی۔ تو آپ نے ان کو اسی آیت کی روشنی میں غذائی مسئلہ سمجھایا۔ جسے سُنکر وہ بہت حیران ہوئے اور خواہش کی کہ یہ آیت انہیں لکھ دی جائے۔ چنانچہ حضور نے ان کو یہ آیت لکھوا دی۔

ملکیّت زمین کا مسئلہ

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ زمین جس میں ہماری ضروریات زندگی کا سامان پیدا کیا گیا ہے۔ آخر یہ زمین، اس کے جمادات اور نباتات کس کی ملکیت ہیں۔ اس کے مالک صنعت کار ہیں یا مزدور؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔

یعنی زمین کی تمام چیزیں تمام انسانوں کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسان حق معیشت میں برابر ہیں۔ اس کے علاوہ اس آیت کریمہ سے حیات اجتماعی اور قومی ملکیت یعنی "نیشنلائزیشن" کے تصور کی بھی گونہ تائید ہوتی ہے۔

انفرادی ملکیّت

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام ذاتی اور انفرادی ملکیت کو بھی تسلیم کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ذاتی ملکیت تسلیم نہ کی جائے تو زمین کے چپے چپے پر ہمیشہ لڑائی بھڑائی ہی ہوتی رہے گی۔ ایک شخص دن رات کی محنت سے زمین کے ایک ٹکڑے کو کاشت کے قابل بناتا ہے۔ دوسرا یہ دیکھکر وہاں پہنچ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زمین تو خدا نے سبھوں کے لئے بنائی ہے۔ لہٰذا یہاں تم کیوں کاشت کرو گے۔ ہم بیج بوئیں گے۔ اس طرح ہمیشہ زمین پر خون خرابہ ہوتا رہے گا۔ اور اس کو روکنے کے لئے ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں ہوگی۔ تصادم اور طریق فساد کو روکنے کے لئے ذاتی ملکیت کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اور یہ مانا گیا ہے کہ جو زمین مکمل طور پر کسی کے تصرف میں آگئی۔ اس پر اس کا قبضہ سمجھا جائے گا۔ اور دوسرے کو اس میں مداخلت کی اجازت نہیں ہوگی۔

اس سے ظاہر ہے کہ انفرادی ملکیت کا حق محض فتنہ و فساد کو روکنے کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کو ہم اسلام کا آخری یا ناقابلِ تبدیل قانون نہیں کہہ سکتے۔ اگر ضرورت لاحق ہوگی مثلاً ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں تو خلیفۂ وقت یا ملک کی مجلس قانون ساز و مجلس منتظمہ تمام ذرائع پیداوار اور پیداوار اپنی نگرانی میں لے سکتی ہے۔

ہنگامی حالات اور خلیفۂ وقت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے فائدہ اٹھانے کے معاملہ میں نقطۂ مرکزی نظریۂ قومیت" ہے اس لئے جب کبھی ہنگامی حالات پیدا ہوں گے یا قوم کے لئے قومی خطرات لاحق ہوں گے۔ تو اس وقت خلیفۂ وقت ذاتی و انفرادی ملکیت کا حق منسوخ کرکے تمام ذرائع پیداوار اور پیداوار کو قومی ملکیت قرار دے سکتا ہے۔

یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر مسلمان فقہاء ہمیشہ سوچتے چلے آرہے ہیں۔ یہی نظریہ سامنے رکھکر امام ابن حزم ظاہری

نے اپنی المحلّی میں ایک روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ

صح عن ابی عبیدۃ بن الجراح و ثلثمائۃ من الصحابۃ ان زادھم فنی فامرھم ابو عبیدۃ فجمعوا ازوادھم فی مزودین وجعل یقوتھم ایاھا علی السواء۔ (محلی ج ۶)

ابوعبیدہؓ اور تین سو صحابہ کرامؓ کے ذریعہ یہ روایت درجۂ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ (ایک سفر میں) ان کے توشے ختم ہونے لگے تو ان سبھوں کو ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ اپنے اپنے توشے جمع کریں۔ ان سبھوں نے اپنے اپنے توشے دو تھیلوں میں جمع کئے پھر وہ سبھوں کو برابر برابر بانٹ کر روزینہ دیتے تھے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ ہنگامی حالات میں امیر جماعت یا خلیفۂ وقت ذاتی ملکیت کے حق کی جگہ کوئی دوسرا قانون نافذ کرسکتا ہے۔

کمیونزم اور سوشلزم آجکل اقتصادی مشکلات پر قابو پانے کے لئے کئی نظام پیش کئے جاتے ہیں ان میں "کمیونزم" اور "سوشلزم" بہت مشہور ہیں۔

کمیونزم کی تعریف یہ ہے کہ

پیداوار و ذرائع پیداوار پر حکومت کا قبضہ ہو۔ اور ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق دیا جائے۔

یہ ایک ایسا نظام ہے جو کبھی دنیا میں وسیع پیمانہ پر زیادہ عرصہ کے لئے جاری نہیں ہوسکا۔ اینگلز جو کارل مارکس" کا ساتھی اور دستِ راست تھا اس نے اپنی کتاب خاندان۔ ذاتی ملکیت اور ریاست میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عہدِ وحشت میں کمیونسٹی

نظام جاری تھا۔ مگر وہ بھی محدود علاقے میں مختصر سے وقت کے لئے۔

دوسری چیز سوشلزم ہے۔

اس کی تعریف یہ ہے کہ ذرائع پیداوار و پیداوار پر حکومت کا قبضہ اور ہر شخص کو اس کی صلاحیت واستعداد کے مطابق دینا۔

لیکن اسلامی تعلیم کے مطابق نہ ہم کمیونزم کے داعی ہیں نہ سوشلزم کے۔ بلکہ اسلام نے ہنگامی حالات میں خلیفۂ وقت کو بہت وسیع اختیارات دیئے ہیں۔ وہ پیدا شدہ مشکلات پر قابو پانے کے لئے جو طریق ضروری سمجھے گا اختیار کرے گا۔

ظاہر ہے کہ اگر ملک پر قحط کی مصیبت نازل ہوجائے تو اس وقت کوئی عادل حکمران یہ برداشت نہیں کرے گا کہ ملک کی ایک بڑی آبادی بھوک کے مارے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرے یا جینے کے لئے انسان انسان کا گوشت کھانے پر مجبور ہو۔ اور چند آسودہ حال لوگ گھر میں غلّہ کا انبار لگا کر مزے اڑائیں۔

اسی طرح اگر ملک پر کوئی بیرونی طاقت حملہ آور ہوجائے۔ تو ظاہر ہے کہ ہر ہوشیار و دانش مند حکمران فوراً ملکی نظم و نسق کے ڈھانچے میں ایسی تبدیلی پیدا کرے گا۔ جس سے اس کو بیرونی حملہ آور کا مقابلہ کرنے میں کامیابی ہو۔ اس وقت ملک وملّت کا مفاد دیکھتے ہوئے وہ جیسا نظام چاہے گا نافذ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حشر میں بنو نضیر کے باغات کے متعلق یہ جو فرمایا ہے کہ

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا

قَائِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (حشر ۲۸)

تم نے کھجور کی کوئی جڑ نہیں کاٹی نہ اسے اپنی جڑوں پر رہنے دیا۔ مگر یہ سب خدا کے حکم سے کیا۔

یہ آیت اس بات کی تصدیق کر رہی ہے کہ زمانہ جنگ کا قانون زمانۂ امن سے مختلف ہو سکتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کو چیلنج کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ کو بنو نضیر کے باغات ان کی اجازت کے بغیر کٹوانے کا کیا حق تھا؟

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ذاتی ملکیت کا تصور ہو یا اجتماعی ملکیت کا اسلام ان تمام تصورات سے بلند و بالا ہو کر ایک تیسرا تصور پیش کرتا ہے۔ اور وہ ہے۔

"تقسیم دولت کا تصور"

بہت دنوں تک اسلام کا یہ اقتصادی نظام غیر مسلموں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اور جس طرح حضرت موسے علیہ السلام کے ساتھی نے کشتی کا ایک تختہ اکھیڑ دینے پر ان پر اعتراض کیا تھا اسی طرح لوگ اسلام کے نظریۂ تقسیم دولت پر اعتراضات کیا کرتے تھے۔ لیکن اب جو دھڑا دھڑ نئے نئے ازم پیدا ہو رہے ہیں اس نے کم سے کم لوگوں کے ذہن کو "تقسیم دولت" کا تصور قبول کرنے پر تیار کر دیا ہے اور اب یہ حالت ہے کہ علم اقتصادیات کا یہی نظریہ سب سے ترقی یافتہ نظریہ کہلاتا ہے۔ کمیونزم ہو یا سوشلزم۔ سب کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ دولت عوام میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ آج اسی منشور اور مقصد کے نام پر بڑی بڑی حکومتیں قائم ہیں۔ مگر افسوس کہ اتنی جد و جہد کے باوجود ابھی تک "تقسیم دولت" کی کوئی معقول صورت ارباب حل و عقد کی سمجھ میں نہیں آئی۔

ڈاکٹر اشوک مہتہ کی تقریر

۱۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو بھارت کے مشہور ماہر اقتصادیات ڈاکٹر اشوک مہتہ نے یو۔ این۔ او کی اقتصادی کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"دنیا کی کل آمدنی کی صرف ۱۷ فیصدی آبادی کی دو تہائی پر خرچ ہوتی ہے اور ۸۳ فیصدی صرف ایک تہائی پر۔"

یو۔ این۔ او جیسے با اثر ادارے کے ہوتے ہوئے امیری اور غریبی کا یہ تفاوت کتنا افسوسناک ہے۔

اسلام کے نزدیک تقسیم دولت ہی کا نظریہ تھا جس کے ماتحت اس نے وراثت۔ زکوٰۃ۔ عشر۔ خمس۔ جزیہ اور صدقات کے احکام جاری کئے ہیں۔

نظام الوصیت

اس زمانے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے "اسی تقسیم دولت" کے نظریئے کو اور اعلیٰ معیار کار کرنے کی بڑھانے کے لئے "الوصیت" کا نظام جاری فرمایا ہے۔ ان تمام کا ماحصل یہ ہے کہ دولت کی تقسیم ہوتی رہنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص صرف اپنی تجوریاں بھرنے کے لئے دولت کماتا ہے تو اسکی یہ دولت اسلامی دولت نہیں کہلا سکتی۔

قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ایک دھنوان (سرمایہ دار) کا ذکر کیا ہے جو نسلاً اسرائیلی تھا اور حکومت کی دولت۔ قومی و ملکی مفاد پر خرچ کرنے کی بجائے صندوقوں میں بند کر کے رکھتا تھا۔ خدا نے اس دولت کا انجام بھی بتایا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس

دولت سے ناراض ہو کر دولت سمیت اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا۔

قرآن مجید کے آخری حصے میں تو دولت جمع کرنے والوں کو نہایت کھرے کھرے الفاظ میں وعید سنائی گئی ہے۔ فرماتا ہے کہ

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالًا وعدّدہ۔ یحسب ان مالہ اخلدہ۔ کلّا لینبذنّ فی الحطمۃ۔ وما ادرٰک ما الحطمۃ۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ انہا علیہم مؤصدۃ فی عمدٍ ممدّدۃ۔

ہر غیبت کرنے والے اور عیب جوئی کرنے والے کے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔ جس نے دولت جمع کی اور اسے گن گن کے رکھا اس کا خیال ہے کہ یہ دولت اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ وہ تو (دولت سے محبت کرنے کے باعث) دوزخ میں پھینکا دیا جائے گا۔ اور تجھے کیا خبر کہ حطمہ کیا ہے۔ یہ عذاب الٰہی کی آگ ہے جس کی گرمی دلوں تک پہنچتی ہے وہ آگ ان پر ہر طرف سے بند ہوگی۔ اور وہ دھواں آگ کے بڑے بڑے کھمبوں سے بندھے ہونگے۔

قرآن مجید کی یہ سورۃ سرمایہ داروں کی ذہنیت کی کتنے بلیغ انداز میں عکاسی کرتی ہے۔ سرمایہ دار حرص دولت کی آگ میں کس طرح جلتا رہتا ہے اور دولت جمع کرنے کے لئے کتنے داؤ اور گھات لگاتا رہتا ہے۔ اس سورۃ میں اسی حرص دولت کی نہایت واضح اور سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں یہی مضمون جابجا بیان کیا گیا ہے اور ہر ایسی آیت کی تلاوت کرتے وقت دل پر یہی اثر مترتب ہوتا ہے کہ اسلام کسی صورت میں سرمایہ داری کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ دوسرے پارے میں تو اللہ تعالیٰ نے خود ایک قوم کا یہ خیال نقل کیا ہے کہ حکمرانی مالدار طبقہ کے لئے زیبا ہے۔ مگر خدا نے اس دعویٰ کو قابل التفات نہیں سمجھا اور فوراً اس کے مقابل ایک ایسی قوم کو پیش کر دیا۔ جو جسمانی صحت اور علم میں اس پر فضیلت رکھتی تھی۔

انفاق فی سبیل اللہ

اسلام کے نزدیک دولت کا جو تصور ہے وہ آب رواں کا تصور ہے وہ ایک ذخیرۂ آب ہے جو زمین سے اُبل اُبل کر نکلتا ہے۔ نالے، ندی اور دریا کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اور سبھوں کو سیراب کرتا جاتا ہے۔

قرآن پاک کی ابتداء میں ہی مومنوں کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ وممّا رزقنٰھم ینفقون۔ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرًّا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربّھم۔ یعنی جو لوگ قومی و ملکی مقاصد میں دولت خرچ کرتے رہتے ہیں۔ خدا کے نزدیک انہیں کے لئے بڑا اجر ہے۔

اسلام کی یہ تعلیم ایسی نہیں جس سے کوئی سمجھدار آدمی روگردانی کر سکے۔ خصوصاً آجکل تو ہر حکومت اور ہر تنظیم اپنے طور پر یہ کام کرنا چاہتی ہے مگر اس کو اس میں

کتنی کامیابی ہوئی ہے۔ وہ ڈاکٹر اشوک مہتہ ہی کی زبانی سنیئے وہ یو-این-او کی اقتصادی کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :-

• اقوام متحدہ مالدار اقوام کی سالانہ آمدنی کا صرف ایک فیصد غریب ممالک کے لئے نکلوانا چاہتی ہے مگر وہ اس میں بھی ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی "

زکوٰۃ خمس عشر وغیرہ

اب قرآن کریم کو دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ تقسیم دولت کا پروگرام اسلام زیادہ صحیح پیمانہ پر چلاتا ہے یا یہ ادارے ؟

اسلام نے ایک عام حکم زکوٰۃ کا دیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :- تؤخذ من اغنیاءھم وترد الی فقراء ھم - کہ دولت مندوں سے زکوٰۃ لی جائے اور فقراء میں تقسیم کر دی جائے۔

اسلام مالدار اقوام کی سالانہ آمدنی کا صرف ایک فیصد نہیں بلکہ عام حالات میں کم سے کم ڈھائی فیصد نکلوانا چاہتا ہے ۔عشر کی صورت میں پیداوار کی دس اور خمس کی صورت میں معدنیات کی بیس فیصدی ۔ صدقات کی صورت میں ساری کی ساری دولت کی ایک تہائی راہ خدا میں دی جا سکتی ہے ۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پر مستزاد "الوصیۃ" کا نظام جاری فرمایا ہے تا "تقسیم دولت" کا اسلامی تصور جلد رو بعمل آجائے - اس نظام میں شامل ہونے والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی آمدنی اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا کم سے کم دس فیصدی حصہ ملی و اجتماعی منصوبہ بندی کے لئے دیدیں اس نظام میں شامل ہونے والوں کو ۳۳ فیصدی تک راہ خدا میں دینے کی اجازت ہے۔

جہانتک انسان کی اقتصادی تاریخ کے علم کا تعلق ہے ۔ اسلام کے سوا آج تک کسی مذہب یا نظام نے تقسیم دولت کا اتنا اعلیٰ تصور پیش نہیں کیا۔

پھر خدا کا یہ فضل ہے کہ "تقسیم دولت" کا یہ اسلامی تصور محض زینت قرطاس بن کر نہیں رہ گیا - بلکہ مسلمان ہر زمانے میں اپنی دولت اور جائداد کا ایک معتدبہ حصہ نیک مقاصد کے لئے وقف کرتے چلے آتے ہیں آج بھی ہندو پاک میں ہزاروں ایسی چھوٹی بڑی خانقاہیں ۔ مدارس - اور ادارے موجود ہیں جن کے نام پر بڑی بڑی جائدادیں وقف ہیں - ایک صدی پہلے تک ان مذہبی مراکز کا قوم کی اقتصادی منصوبہ بندی سے گہرا تعلق ہوتا تھا ۔ اور مسلمان سلاطین - امراء - نواب اور رؤساء اس طرح بھی اپنی دولت قوم میں تقسیم کرتے رہتے تھے۔

نظام وصیّت کی قبولیت

اس زمانے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "الوصیت" کا جو نظام جاری فرمایا - خود اس کی مقبولیت بھی ایک اہل نظر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے اس نظام وصیّت کی عمر صرف ۵۷ سال ہے اس مختصر سی عمر میں ایک مختصر سی جماعت کے درمیان اس تحریک نے ایسی حیرت انگیز قبولیت حاصل کی کہ ۱۹ دسمبر ۱۹۶۳ء تک ایک ہزار نو سو تہتر (۱۹۷۳) موصیوں کے کتبات صرف مقبرہ بہشتی قادیان میں نصب کئے جا چکے ہیں - دار الہجرت

ربوہ کے کتبات اس کے علاوہ ہیں۔ اس کے علاوہ اس وقت بھی ایسے احمدیوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو ابھی زندہ ہیں اور اس تحریک میں ایمانی بشاشت کے ساتھ حصّہ لے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کے ایمانی احساسات کو "تقسیم دولت" کی تعلیم قبول کر لینے پر جس کامیابی سے آمادہ کیا ہے تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی لئے مسلمان ماہرین اقتصادیات کا یہ کہنا بجا ہے کہ اسلامی دولت قبضہ کے اعتبار سے انفرادی ملکیّت ہو سکتی ہے مگر مصرف کے اعتبار سے وہ "قومی ملکیّت" ہے۔

تحریکِ جدید

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت احمدیہ نے اس نظامِ وقف و وصیّت کے میدان میں ایک اور قدم بڑھایا اور وہ ہے ہمارے امام عالی مقام کی "تحریکِ جدید" جس میں اس وقت ساری جماعت لبیک لبیک کہتی ہوئی حصّہ لے رہی ہے۔ اس تحریک کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ یہ تحریک اگرچہ "الوصیت" کے بعد آتی ہے مگر حقیقت میں یہ وصیّت کے لئے بطور "ارہاص" کے ہے یعنی نظامِ وصیّت کی کامیابی کی خوشخبری دینے کے لئے آئی ہے۔ (نظامِ نو)

مطالبات تحریکِ جدید

اس تحریک کی بنیاد بھی اسلام کے پیش کردہ اسی "تقسیم دولت" کے تصور پر ہے اس کے ذریعہ بھی دولت افراد کے ہاتھوں سے لیکر قومی و اجتماعی منصوبہ بندی میں لگا دی جاتی ہے۔ اس میں شروع میں ہر احمدی کے لئے کم سے کم پانچ روپے سالانہ دے کر شامل ہونا ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اب یہ رقم دس روپے مقرر ہے۔ اس تحریک کے ساتھ ہی قوم کے سامنے "وقف زندگی" کا مطالبہ بھی رکھا گیا ہے۔ یعنی قوم کو یہ گُر سمجھایا گیا ہے۔ کہ اگر تم دنیا میں ایک صالح معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہو۔ تو اس مقصد کے لئے اپنے ہونہار نوجوانوں کی زندگی وقف کرو پھر پوری قوم کو ایک ایسی سادہ زندگی کا عادی بنایا گیا ہے جس سے قوم کی اقتصادی زندگی پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ سادہ لباس۔ سادی خوراک۔ اسراف سے اجتناب محنت و مشقت کی عادت یہ اس تحریک کے اہم مطالبات ہیں

اسلامی نقطۂ نظر سے "وقف" ایک صدقہ جاریہ ہے جو طوعی نیکیوں میں سب سے اعلیٰ نیکی ہے۔ اور اس کے ذریعہ دولت افراد کے ہاتھوں سے نکل کر قوم کے ہاتھوں میں آجاتی ہے

خدا کی عمومی ملکیّت کا نظریہ

اسلام نے بنیادی طور پر جو بات مسلمانوں کے ذہن نشین کرائی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان مالک و مملوک کا سا تعلق پایا جاتا ہے اس لئے دنیا میں ہم اپنی قوتِ بازو یا علم و حکمت سے جو جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حاصل کرتے ہیں۔ درحقیقت اس کا اصل مالک بھی خدا ہی ہے چونکہ ہم مملوک ہیں اور وہ ہمارا مالک ہے ہم کو اس کا کوئی حق نہیں کہ اس جائیداد کو اپنی ذاتی جائیداد قرار دیکر صندوقوں میں بند کر دیں۔ بلکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ دولت خدا کے منشاء کے مطابق خرچ کرتے رہیں۔ چنانچہ خدا نے جنگی قیدیوں کی رہائی کی ترغیب دیتے ہوئے صاف الفاظ میں یہ کہا ہے کہ

وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ (النور ع ۴) یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ مال جو اس نے تم کو دیا ہے

جنگی قیدیوں کو تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے دو۔

اسلام کے نزدیک ملکیت کا حقیقی فلسفہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بادشاہت سے لے کر ذاتی ملکیت تک کو ایک امانتِ الٰہی قرار دیتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے بندے کو سونپی گئی ہے۔ اسی لئے خدا جب حکومت یا ذاتی ملکیت کا ذکر کرتا ہے اسی رنگ میں کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے سرمایہ داروں کا وہ دعویٰ کبھی تسلیم نہیں کیا۔ جو قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تھا۔ کہ انما اوتیته علی علم عندی۔ یعنی یہ دولت تو ہم نے اپنے علم کے بل بوتے پر کمائی ہے۔ انبیاء کی یہی وہ تعلیم ہے جسے سن کر شعیب علیہ السلام کی قوم ان پر بہت برافروختہ ہوئی تھی۔ اور کہا تھا کہ اچھا اب تم ہمارے مالی معاملات میں بھی مداخلت کرنے لگے۔ اور اس بات سے روکنے لگے ہو کہ ہم اپنے اموال اپنی مرضی کے مطابق خرچ کریں۔ کیا تمہاری نماز تم کو ہماری عبادت اور مالیات، ہر چیز میں مداخلت کرنے کا حکم دیتی ہے۔ (ہود ۸/۹) مگر خدا تعالیٰ نے کبھی دھنوانوں کا یہ دعویٰ تسلیم نہیں کیا۔ اور وہ برابر یہی کہتا رہا کہ اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر۔ یعنی رزق کی تنگی یا فراخی یہ سب خدا کی طرف سے ہے درحقیقت اسلام کی یہی وہ تعلیم ہے۔ جو مسلمانوں کو تقسیم دولت پر ابھارتی ہے

اسلام کی یہ تعلیم مسلمانوں کی طبیعت میں اتنا رسوخ پیدا کر چکی تھی۔ کہ جب مسلمانوں کا اقتصادی نظام پارہ پارہ ہو گیا تب بھی ان کی طبیعت بخل و کنجوسی کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ بلکہ اب وہ دولت کو ایک تنظیم کے ماتحت خرچ کرنے کی بجائے اس کو لٹانے لگے۔ اور آج شاید روئے زمین پر مسلمانوں سے زیادہ مسرف اور فضول خرچ قوم کوئی نہیں۔

تقسیم دولت کا یہ مضمون نامکمل ہوگا اگر میں اس جگہ قرآن مجید کی اس آیت کا ذکر نہ کروں جس میں اللہ تعالیٰ نے تقسیم دولت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

کیلا یکون دولة بین الاغنیاء منکم

(الحشر ۱/۲) یعنی تم یتامیٰ، فقراء، مساکین وغیرہ پر دولت خرچ کرتے چلے جاؤ تا یہ دولت دولتمندوں ہی کے درمیان چکر نہ کھانے پائے۔ بلکہ یہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر غریبوں تک بھی پہنچ جائے۔

کیا آج بڑی بڑی کمپنیاں اور حکومت کے ارباب اقتدار اس آیت سے کچھ نصیحت حاصل کریں گے؟

سُود

اسلام نے دنیا کا اقتصادی نظام برقرار رکھنے کے لئے انفاق پر زور دینے کے علاوہ چند ایسی چیزوں کی حرمت پر بھی سختی سے زور دیا ہے۔ جو تقسیم دولت کی راہ میں حائل ہیں ان میں سے ایک سود بھی ہے۔

قرآن مجید پہلی الہامی کتاب ہے جس نے سود کی حرمت نہایت واضح اور سخت الفاظ میں بیان فرمائی۔ یوں تو توراۃ میں بھی سودی کاروبار کی ممانعت ہے مگر اسی صورت میں جب یہودی آپس میں یہ لین دین کریں غیر یہودیوں سے سود لینے کی ممانعت نہیں۔ (استثناء ۲۳/۱۹-۲۰) اسی طرح قسطنطین اعظم کے عہد میں جب مسیحیوں کی دوسری مجلس شہر "آرل" میں ہوئی تو اس میں یہ قاعدہ بھی منظور

کیا گیا کہ "جو قسیس" بکثرت سود لیتے ہوں - وہ کلیسا سے خارج سمجھے جائیں۔ (قسطنطین ص۱۷۹) مگر اسلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے سود کی حرمت بیان کرنے میں قلت وکثرت اور قوم وغیر قوم کا کوئی امتیاز نہیں کیا۔

سود کی تعریف

سود اس کاروبار کو کہتے ہیں جس میں سرمایہ اس شرط پر لگایا جائے کہ نفع ونقصان ہر دو حالتوں میں وہ سرمایہ بھی محفوظ رہے اور سرمایہ لگانے والا ہر دو صورتوں میں ایک معین ومقررہ رقم بھی بطور نفع حاصل کرتا رہے۔ لیکن حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک تقریر میں سود کی عام تعریف میں فرمایا ہے کہ

"وہ کام جس میں نفع یقینی ہو" (اقتصادی نظام)

یہ تعریف بہت جامع ہے اور اس کی زد میں "ٹرسٹ سسٹم" بھی آجاتا ہے۔

سودی کاروبار کا مہلک انجام

سودی کاروبار اقتصادی نظام کے لئے کتنا مہلک ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے:-

۲۵ ستمبر ۱۹۶۳ء کو الہ آباد ہائیکورٹ میں گورکھپور کے رہنے والے ایک شخص نے ایک درخواست پیش کی جس کا مضمون یہ ہے:-

۶۵ سال پہلے اس کے آباؤ اجداد نے ۲۲۵ روپے میں ایک مکان ایک مہاجن کے پاس رہن رکھا تھا۔ شرط یہ تھی کہ وہ مہاجن سینکڑہ پر دو روپے ماہوار "سود در سود" بھی وصول کرتا رہے گا۔

پہلے فریادی نے جنوری ۱۹۵۹ء میں منصف گورکھپور کی عدالت میں مکان کی بازیابی کے لئے درخواست دی۔ منصف نے ۶۵ سالوں کے سود در سود کا حساب لگانے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن نے منصف گورکھپور کو جو رپورٹ پیش کی وہ یہ تھی۔ کہ ۶۵ سالوں میں ۲۲۵ روپے کا سود در سود دو روپے ماہوار فی سینکڑہ کے حساب سے اتنا بنتا ہے:-

۲۱ کروڑ - ۴۳ لاکھ - ۷۹ ہزار ۲۸۷ روپے

(روزنامہ انقلاب بمبئی ۱۱/۱۱/۶۳)

یہ ہے سودی کاروبار کا بھیانک نتیجہ - ایک پارٹی اس کاروبار کے نتیجہ میں کس طرح تباہ و برباد ہو جاتی ہے - اور دوسری کوئی محنت کئے بغیر کس طرح اپنے گھر میں دولت کا انبار لگا لیتی ہے۔

اس وقت عموماً سود در سود کا نقصان محسوس کیا جا رہا ہے - اسی لئے اکثر جگہ نجی معاملات میں اس کاروبار پر پابندی لگا دی گئی ہے - پھر بھی محض سودی کاروبار کے باعث افراد کو تو جانے دیجئے اکثر حکومتیں بھی آجکل سودی قرضے کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہیں۔

اس جگہ ان آیات کا نقل کرنا مناسب ہوگا جن میں قرآن کریم نے سود کی حرمت کا اعلان کیا ہے وہ یہ ہیں:

الذین یأکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطٰن من المس - ذٰلك بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا و احل الله البیع وحرم الربوا فمن جاءه موعظة من ربه فانتهٰی فله

ما سلف وامرہ الی اللہ - ومن عاد فاولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون (بقرہ)

اس آیت کریمہ کا ماحصل یہ ہے کہ سود خوروں پر اپنے گھر میں دولت سمیٹنے کی مرگی کا دورہ پڑتا رہتا ہے وہ کہتے ہیں کہ سود کیا ہے - یہ تو خرید و فروخت کی طرح کا ایک معاملہ ہے - اور حال یہ ہے کہ اللہ نے خرید و فروخت کو تو حلال کیا ہے اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے - پس جس کے پاس خدا کا یہ حکم آیا اور وہ سود خوری سے باز آ گیا تو خیر - اور جو یہ حکم آنے کے بعد بھی سود کھاتا ہے وہ جہنمی ہے - اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا -

دیکھئے اس آیت میں خدا نے کتنے سخت الفاظ میں سود خواروں کو وعید سنائی ہے اب ذرا اور آگے بڑھیئے اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ :-

یآیھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربٰوا ان کنتم مؤمنین - فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون - (بقرہ)

یعنی اے ایماندارو! خدا سے ڈرو اور سود کا بچا کھچا ہؤا حساب بھی چھوڑ دو - اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر خدا اور رسولؐ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دو - اور اگر تم نے توبہ کر لی - تو تم اصل پونجی کے حقدار رہو - نہ تم پر ظلم کیا جائیگا - نہ تم کو ظلم کرنے کی اجازت دی جائے گی -

پھر بڑے پیمانہ پر جو سودی کاروبار ہوتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالٰی سورۃ روم میں فرماتا ہے وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ - (روم ع۴)

یعنی تم جو سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مالوں میں زیادتی ہو تو خدا کے نزدیک ایسے مالوں میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی -

الہامی کتابوں میں قرآن مجید پہلی کتاب ہے جس نے سودی لین دین اور سود خوروں کے خلاف اتنے سخت الفاظ میں اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو سود کی مذمت میں یہانتک فرمایا کہ :-

سود خوار - اس کے مؤکل - کاتب اور گواہ سبھوں پر خدا کی لعنت - اور فرمایا کہ یہ سب اس بُرے کام میں برابر کے حصہ دار ہیں -

سونا چاندی

دوسری چیز جو اقتصادی نظام کے لئے تباہ کن ہے وہ سونے اور چاندی کا بے جا استعمال ہے - سب جانتے ہیں کہ یہ ایک دھات ہے - ہمارے اقتصادیات میں اس کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے تھا - مگر اس وقت مبادلہ کا یہی سب سے آسان اور مؤثر ذریعہ ہے - ساری دنیا میں اسی کے ذریعہ اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے - اس طرح اس کا ہمارے اقتصادیات سے گہرا تعلق قائم ہو گیا ہے اور اس کا بیجا استعمال ہمارے اقتصادیات کے لئے سخت مہلک ہے اسی لئے قرآن کریم میں سونے اور چاندی کے بے جا استعمال پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے - ذرا اس کتاب الٰہی کی یہ آیت سنیئے :-

الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ (توبہ ۳۵/۱۱)

ترجمہ:- جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو جس دن وہ چاندی اور سونا جہنم کی آگ میں گرمایا جائے گا۔ پھر اسی سے اس کی پیشانیاں۔ پہلو اور پیٹھ داغی جائیں گے اور کہا جائیگا کہ یہی وہ خزانہ ہے جو تم جمع کرکے رکھتے تھے۔ تو یہ لو اپنے خزانے کا مزہ چکھو۔

سونے کے استعمال پر پابندی

یہ ہے سونے اور چاندی کے متعلق اسلام کا تأثر۔ اسی لئے اسلام نے مردوں پر سونے کا استعمال ممنوع قرار دیا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو سونے کے زیور پہننے کی اجازت دی ہے۔ مگر ان کے لئے بھی گہنوں کی کثرت ناپسندیدہ سمجھی گئی ہے۔

پھر اسلام نے سونے اور چاندی کے غیر مستعمل زیورات پر زکوٰۃ کی کچھ ایسی شرح لگا دی ہے کہ چند سالوں میں ہی زیورات کی مالیت سے زکوٰۃ کی رقم زیادہ ہوجاتی ہے اور زیوروں کی مالکہ زیور بنوا کر پچھتانے لگتی ہے۔ اسلام نے زیوروں کے علاوہ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال بھی ایک مسلمان کے لئے ممنوع قرار دیا ہے۔

اس زمانے میں جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے "تحریک جدید" کے ضمن میں اسلام کے اس حکم کو خوب اُجاگر کیا ہے آپ نے اس تحریک کے ماتحت عورتوں کو بھی سونے اور چاندی کی کثرت استعمال سے روک دیا ہے۔

اسلامی تعلیمات کا یہ باب واقعی ایسا ہے کہ اس پر آجکل کے ماہرین اقتصادیات کو غور کرنا چاہیئے۔

عہدِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں سونے اور چاندی کا انسانی اقتصادیات سے اتنا گہرا تعلق قائم نہیں ہوا تھا۔ جتنا آج ہے اس زمانے میں تو مبادلہ کی دوسری صورتیں بھی مروّج تھیں۔ اور عام بازاروں میں اسی طرح بیوپار ہوا کرتا تھا۔ اس کے باوجود قرآن پاک کا سونے اور چاندی کے متعلق اتنے سخت موقف کا اختیار کرنا اقتصادی بصیرت کی روشن دلیل ہے۔

اس قرآنی تعلیم کے بعد انسان کو چاہیئے تھا کہ وہ سونے اور چاندی کی محبت سے باز آجاتا۔ اور ان دھاتوں کو اسی مقام پر رکھتا جو ان کا جائز مقام ہے۔ یعنی ان کو مبادلہ کا ذریعہ بناتا۔ اور بازاروں میں اس کو گھومنے پھرنے کی اجازت دیتا۔ مگر بہت سے ممالک کے باشندوں نے ان دھاتوں کو ان کا جائز مقام نہیں دیا۔ انھیں لوگوں میں ہم ہندوستانی و پاکستانی بھی ہیں۔ ہم لوگوں نے سونے اور چاندی سے عجیب عجیب طرح اظہار محبت کیا۔ کبھی اس کی اینٹیں بنا کر اپنی تجوریوں اور "سیف ڈیپازٹ" میں بند کیں۔ اور کبھی رنگ برنگ کے گہنے بنا کر اپنے بدن پر لادے لادے پھرے۔

گولڈ کنٹرول آرڈیننس

ہمارے اس بے جا شوق کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر عالمی مارکیٹ میں سونے کا بھاؤ اسی ۸۰/- روپے تولہ تھا تو ہندوستان میں وہی سونا ایک سو ساٹھ ۱۶۰/- اور ایک سو اسی ۱۸۰/- روپے تولہ بکتا تھا ظاہر ہے کہ اس سے دن بدن ملک کی اقتصادی حالت خستہ ہوتی جاتی تھی اور "زرِ مبادلہ" کی دقت محسوس ہو رہی تھی اس مشکل پر قابو پانے کے لئے ہماری حکومت نے "گولڈ کنٹرول آرڈیننس" نافذ کیا۔ اس حکم کے نفاذ سے بعض ہندوستانیوں کو جو بھی تکلیف پہنچی ہو۔ مگر ہم کو اس بنا پر بہت خوشی ہے کہ جہاں اس سے ہماری حکومت کو ایکسچینج کی سہولت میسر آئی وہیں سونے اور چاندی کے متعلق اسلامی نظریئے کی تصدیق بھی ہو گئی

طلبِ معیشت کی ترغیب

فلسفۂ محنت

اب میں اس طرف آتا ہوں کہ اسلام نے طلبِ معیشت کی کتنی ترغیب دی ہے۔ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس وقت تمام ماہرین اقتصادیات اس بات پر متفق ہیں۔ کہ اقتصادیات میں جو بنیادی چیز ہے۔ وہ "محنت" ہے۔ محنت ہی دراصل ذرائع پیداوار اور پیداوار ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے بھی دنیا "دار العمل" ہے۔ اور انسان دنیا میں عمل اور محنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں سینکڑوں جگہ "عمل صالح" پر زور دیا گیا ہے۔ یعنی وہ عمل جس سے ہماری دینی و دنیوی حالت بہتر ہوتی ہو سورۂ جمعہ میں تو اللہ تعالےٰ نے طلبِ رزق کی ترغیب دیتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔

یعنی جب نماز ختم ہو جائے تو تم تسبیح خواں اور دعا گو بنکر مسجد میں مت بیٹھے رہو۔ بلکہ تلاش روزی میں کھیتوں۔ باغوں۔ بازاروں۔ ملوں اور فیکٹریوں کی طرف نکل جاؤ۔

ان احکام سے ظاہر ہے کہ اسلام انسان کو محنت کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ وہ آرام طلبی۔ عافیت کوشی اور تن آسانی کا سخت مخالف ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رح کی تنقید

ایک اسلامی مفکر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آرام طلبی کی زندگی پر کتنی اچھی تنقید کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں صالح اقتصادی نظام کے ماتحت مسلمانوں کے اسباب زوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> اور جمہور کی یہ حالت تھی کہ ان کی تمام زندگی بد اخلاقیوں کا نمونہ بن گئی تھی ان میں سے اکثر کا گزارہ بادشاہوں کے خزانوں سے وابستہ ہو گیا تھا۔ مثلاً ایک طبقہ جہاد کئے بغیر باپ دادے کے نام پر مجاہدین کے نام سے وظیفہ پا رہا ہے۔ تو دوسرا مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہے کوئی بادشاہ اور امراء کی خوشامد میں قصہ خوانی کر کے شاعری کے نام پر تنخواہ لے رہا ہے تو کوئی صوفی و دعا گو بنکر مالی استحصال کر رہا ہے۔
>
> خلاصہ یہ ہے کہ کسب معاش کے بہترین طریقوں کا فقدان تھا۔ اور ایک بڑی

جماعت چاپلوسی، مصاحبت، چرب زبانی
اور درباداری کو ذریعہ معاش بنانے پر
مجبور ہو گئی تھی جس سے ان کے لئے افکارِ عالیہ
اور ذہنی نشو ونما کی تمام خوبیاں مٹ
گئی تھیں اور وہ پست و ذلیل زندگی پر
راضی ہو گئے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ تنقید کتنی بلیغ ہے۔ اس کا
صحیح اندازہ کرنے کے لئے ہم کو "شاہانِ اسلام" کے آخری
دور کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ واقعی سارا دربار
ایسے ہی بیل بوٹوں سے سجا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۸۵۷ء
کے بعد جب یہ درباری لوگ تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر
گئے تو انہوں نے کیا پیشے اختیار کئے؟ کوئی کھیت میں
کوّے بھگانے پر نوکر ہوا۔ کسی نے نقشان صاف کرنے
اور اوپلے تھاپنے کی نوکری کی۔ اور کسی کو باغ میں پانی
دینے کی خدمت سونپی گئی۔

غرض اسلام کے نزدیک معزز اور افضل رزق
وہی ہے۔ جو محنت کے بعد حاصل ہو۔

اصول معاشیات

اسلام نے اس سلسلہ میں جو معاشی اصول پیش
کئے ہیں۔ وہ بھی میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی
زبانی سُناتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ

اصول المکاسب الزرع والرعی و
التقاط الاموال من البرّ والبحر من
المعدن والنبات والحیوان والصناعات
من تجارة و حدادة و حیاکة وغیرھا
بما ھو من الجوھر الطبیعیة بحیث
یتأتی منھا الارتفاق المطلوب۔

یعنی معاشی اصول یہ ہیں۔ زراعت۔ جانوروں کی پرورش
تجارت اور صنعت و حرفت جیسے بڑھئی کا کام کرنا۔ لوہاری
یا پارچہ بافی۔

قریب قریب اسلامی فقہ کی تمام متداول کتب میں ان
پیشوں کا ذکر کیا گیا ہے اور تلاش رزق و طلب معاش کے
لئے انہیں پیشوں میں سے کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ترغیب
دی گئی ہے۔

زراعت اب میں اصول معاشیات میں سے "زراعت"
کو لیتا ہوں۔ تاریخ اور مشاہدہ بتاتا ہے
کہ ہر ملک کی معیشت میں کھیتی باڑی کا سب سے زیادہ دخل ہوتا
ہے ملک کی بڑی آبادی کاشتکاری ہی کرتی ہے۔ ہمارے
ملک میں بھی ۸۰ فیصدی آبادی کا ذریعہ معاش زراعت ہی ہے
زرعی ترقی کے بغیر کوئی ملک حقیقی معنوں میں ترقی یافتہ نہیں
کہلا سکتا۔ اس لئے ہر محب وطن حکمران کا فرض ہے کہ سب سے
پہلے وہ زراعت کی ترقی کی طرف دھیان دے۔

ڈیری فارم وغیرہ میں زراعت کے متعلق قرآنی نظریہ
پیش کرنے سے پہلے یہ ظاہر کرنا ضروری
سمجھتا ہوں کہ زراعت کے مفہوم میں بہت وسعت پائی جاتی ہے
آجکل جو محکمۂ زراعت ہوتا ہے اس کا کام صرف کاشتکاری۔
باغبانی اور کھیتی باڑی ہی کی نگرانی نہیں۔ بلکہ یہی محکمہ مویشیوں
کی پرورش بھی کرتا ہے پولٹری فارم کو بھی ترقی دیتا ہے شہد
کی مکھیاں بھی پالتا ہے۔ اور مچھلیوں کی نسل کو بھی بڑھاتا ہے

یہ سارے زراعت ہی کے حصے کہلاتے ہیں۔

زراعت اور مویشیوں وغیرہ کی پرورش

اب قرآن مجید اٹھا کر دیکھئے تو تعجب آئیگا کہ وہ ہر جگہ زراعت کے ساتھ امور بالا کا بھی ذکر کرتا ہے جو آج "محکمہ زراعت" کے ماتحت ہوتے ہیں یعنی مویشیوں، چرایوں، مچھلیوں اور شہد کی مکھیوں کی پرورش کا۔ پھر لطف یہ کہ وہ ان چیزوں کا نہایت ولولہ انگیز انداز میں ذکر کرتا ہے۔ میں ان میں سے چند آیات اس جگہ نقل کرتا ہوں۔ وہ فرماتا ہے:-

وهو الذی انشأ جنّٰت معروشٰت وغیر معروشٰت والنخل والزرع مختلفًا اُکلہ والزیتون والرمان متشابہًا وغیر متشابہٍ کلوا من ثمرہٖ اذا اثمر واٰتوا حقّہ یوم حصادہٖ ولا تسرفوا انّہ لا یحبّ المسرفین۔ ومن الانعام حمولۃً وفرشًا کلوا ممّا رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن۔ (الانعام ۱۴۲/۱۴۳)

خدا نے تمہارے لئے باغات پیدا کئے ہیں جن میں سے بعض سہارے سے کھڑے ہیں اور بعض بے سہارے۔ اور کھجور کے درخت اور کھیتیاں لگائی ہیں۔ خدا نے زیتون اور انار بھی پیدا کئے ہیں۔ پھلوں کے موسم میں تم لوگ یہ پھل کھاؤ۔ اور خدا نے چوپائے بھی پیدا کئے ہیں جن میں سے بعض باربرداری کے لئے ہیں اور بعض دوسری قسم کے۔ اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے وہ خوب کھاؤ اور شیطانوں کی پیروی مت کرو۔

دودھ اور شہد

پھر اللہ تعالیٰ سورۃ نحل میں فرماتا ہے کہ وان لکم فی الانعام لعبرۃً نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرثٍ ودمٍ لبنًا خالصًا سائغًا للشّٰربین۔ ومن ثمرٰت النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرًا ورزقًا حسنًا۔ انّ فی ذٰلک لاٰیۃً لقومٍ یعقلون۔

واوحٰی ربّک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتًا ومن الشجر وممّا یعرشون۔ ثمّ کلی من کلّ الثمرٰت فاسلکی سبل ربّک ذللًا۔ یخرج من بطونہا شرابٌ مختلفٌ الوانہ فیہ شفاءٌ للناس۔ انّ فی ذٰلک لاٰیۃً لقومٍ یتفکّرون۔ (النحل ۱۴/۱۵)

ترجمہ:- تمہارے لئے چوپایوں میں سامان عبرت ہے۔ ہم تم کو اس کے پیٹ سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے میں لذیذ اور زود ہضم ہے اور پھلوں میں سے کھجور اور انگور ہیں جن سے تم نشہ بھی نکالتے ہو اور اچھا رزق بھی۔ اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اور خدا نے شہد کی مکھیوں کے پاس وحی بھیجی کہ تم پہاڑوں، درختوں، بیلوں اور چھتوں میں اپنے گھر بناؤ۔ پھر ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں سے عرق چوسو۔ پھر اپنے پروردگار کے کھلائے راستے پر فرمانبرداری کے ساتھ چلو۔ ان مکھیوں کے پیٹ سے شہد نکلتا ہے جو رنگ برنگ کا ہوتا ہے۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے اور مفکروں کے لئے بڑی نشانی ہے۔

اب اور ایک آیت سنیئے۔ جس میں اللہ تعالیٰ خصوصیت سے مویشیوں کے فوائد گنتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے:-

والانعام خلقہا لکم فیہا دفءٌ ومنافع ومنہا تأکلون۔ ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون۔ وتحمل اثقالکم الٰی بلدٍ

لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس ۚ ان ربكم لرؤف رحيم ۚ والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ۚ ويخلق ما لا تعلمون ۔ (النحل ۶ تا ۹)

اور اللہ تعالےٰ نے چوپائے پیدا کئے ہیں ان میں تمہارے لئے گرمی کا سامان بھی ہے اور دوسرے منافع بھی ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا گوشت تم کھاتے ہو۔ اور ان مویشیوں میں تمہارے لئے جمال اور زینت بھی ہے جب تم لوگ انھیں صبح و شام لے کر آتے اور جاتے ہو۔ اور یہ جانور تمہارے بوجھ وہاں لے جاتے ہیں جہاں تم انتہائی مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ تمہارا پروردگار رحمت مہربان ہے۔ گھوڑے۔ خچر۔ اور گدھے ہم نے یہ جانور سواری کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اور ان میں تمہارے لئے زینت بھی ہے اور اللہ تعالےٰ سواری کے لئے دوسری سواریاں بھی پیدا کرے گا جن کا ابھی تم کو علم نہیں۔

پولٹری فارم

مَیں اس جگہ پولٹری فارم کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں جس میں چڑیوں اور پرندوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ جیسے مرغ۔ بطخیں اور ہنس وغیرہ۔ ان چڑیوں کا گوشت اور انڈے ہماری خوراک کا بہترین حصہ ہیں۔ خدا نے ان پرندوں کے گوشت کے متعلق کہا ہے کہ یہ تو جنتیوں کی غذا ہے۔ وہ فرماتا ہے:۔

ولحم طير مما يشتهون ۔ یعنی جنتیوں کو حسبِ خواہش پرندوں کا گوشت ملا کرے گا۔

مچھلیوں کی پرورش

اسی طرح اللہ تعالیٰ مچھلیوں کی افزائش نسل کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ مچھلیاں گوشت اور ذائقہ کے اعتبار سے دو قسموں کی ہوتی ہیں کھارے پانی کی اور میٹھے پانی کی۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ان دونوں اقسام کا ذکر کرتا ہے وہ فرماتا ہے:۔

وما يستوي البحرٰن ۖ هٰذا عذب فرات سائغ شرابه وهٰذا ملح اجاج ۖ ومن كل تاكلون لحما طريا ۔ (فاطر ۲۲/۱۴) یعنی کھارے اور میٹھے دونوں دریا برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ میٹھا ہے پینے میں لذیذ ہے اور یہ نمکین اور کھارا ہے تم لوگ ان دونوں قسم کے دریاؤں سے تازی تازی مچھلیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ خدا کے نزدیک اصولِ معیشت میں زراعت اور اس کے متعلقات کو اوّلیت کا درجہ حاصل ہے تا اس طرح ہم کو اچھا غلہ، عمدہ گوشت اور خالص دودھ مل سکے۔ ان کے بالوں سے اُون حاصل ہو اور یہ اموالِ تجارت لانے اور لے جانے میں ہمارے کام آ سکیں خصوصًا پہاڑی علاقوں میں۔

ذرائع آبپاشی

اب میں زراعت کے ذکر میں آبپاشی کے ذرائع کا ذکر کرنا چاہتا ہوں

زراعت دو قسموں کی ہوتی ہے بارانی اور نہری۔ بارانی زراعت تو ہر جگہ ہو سکتی ہے یعنی آسمانی بارش کی امید پر بیج ڈال دینا۔

دوسری زراعت نہری کہلاتی ہے یعنی اس کے لئے نہروں سے پانی مہیا کیا جاتا ہے۔

جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو اس میں دونوں قسموں کی زراعتوں کا ذکر ملتا ہے۔ بارانی زراعت کا تو قرآن کریم میں بار بار ذکر آیا ہے اور خدا نے اس کو

اپنی خدائی کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

محکمۂ انہار

لیکن قرآن کریم نہری زراعت کے ذکر سے بھی خالی نہیں - اس میں نہروں اور نہری زراعتوں کا حال بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر یہ بات ایسے دل نشین انداز میں بیان کی گئی ہے کہ انسان کی توجہ خود بخود نہری نظام کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔

چنانچہ سورۂ کہف میں ایک ترقی یافتہ کھیتی باڑی کا اس طرح نقشہ کھینچا گیا ہے۔

انگوروں کا ایک باغ جس کی حفاظت کے لئے چاروں طرف کھجوروں کے درخت لگائے گئے ہیں اس میں کھیتی بھی ہوتی ہے اور اس کے درمیان ایک نہر بھی جاری ہے (سورۂ کہف ۱۵/۱۷)

اس قرآنی تمثیل سے ایک مثالی زراعت و باغبانی کے علاوہ اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک قطعۂ زمین پر مختلف قسم کی کاشت و باغبانی کی جا سکتی ہے اور اچھی پیداوار ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ موسمی حوادث سے بچنے کی تدبیر کر لی گئی ہو اور آبپاشی کا بھی اعلیٰ انتظام ہو۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے "محکمۂ انہار" یا نہر سسٹم کو اپنی خاص علامت کے طور پر پیش کیا ہے وہ کہتا ہے واذا البحار فجرت - یعنی وہ وقت یاد کرو جب دریاؤں سے نہریں نکالی جائیں گی۔ بڑے بڑے بند یا ڈیم جن پر آجکل کی منصوبہ بندی میں بہت زور دیا جاتا ہے - قرآن میں ایسے بندوں کا ذکر بھی آتا ہے جیسے سیل عرم۔

بند کی تعمیر

پھر ایک جگہ خدا نے آسمانی بارش اور وادیوں کا کچھ اس طرح ذکر کیا ہے گویا وہ بند بنانے کا طریقہ بتا رہا ہے۔

یہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ پانی روکنے اور اس کا ذخیرہ رکھنے کے لئے پہاڑ کے دامن میں بڑی بڑی دیواریں بنائی جاتی ہیں تا بارش کا پانی وادی میں بہکر برباد نہ ہو - اور اس کا ایک جگہ ذخیرہ کر لیا جائے اور پھر حسب ضرورت کاشتکاری، باغبانی یا بجلی کی توانائی حاصل کرنے کے لئے یہ پانی مصرف میں لایا جائے - بند کا فنی مفہوم یہی ہوتا ہے۔

یہ مفہوم سامنے رکھکر اب ذرا سورۂ رعد کی آیت پڑھیئے کہ انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرها - اس نے آسمان سے پانی نازل کیا - پس اس سے کئی وادیاں اپنی اپنی گنجائش کے مطابق بہہ نکلیں۔

آج بھی قدرتی جگہوں میں یہی ہوتا ہے کہ بارش کا پانی پہاڑوں سے وادیوں میں آتا ہے اور ادھر اُدھر پھیل کر برباد ہو جاتا ہے - بند کے ذریعہ یہی پانی ایک جگہ روک کر اس کا ذخیرہ کر لیا جاتا ہے۔

پھر قرآن مجید نے جہاں جنت کا ذکر کیا ہے۔ وہاں نہروں کا بھی ذکر کیا ہے اور ایک جگہ تو ایک ساتھ جنت کی چار نہروں کا ذکر آیا ہے۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے ابتداء سے کھیتی باڑی، پینے کے قابل پانی اور دیگر ضروریات کے لئے نہریں کھودنے کی طرف توجہ کی - ہندوستان کے شہر اورنگ آباد میں ملک عنبر کی نہروں کے بمبے ابھی تک قائم ہیں - جن سے گھر گھر پانی پہنچایا جاتا تھا پھر وہ لوگ

اسی سے پن چکی بھی چلاتے تھے۔

غالباً یہ اسی قرآنی تمثیل کا نتیجہ تھا کہ اسلامی عہد میں ہر باغ کے اندر ایک نہر کا ہونا ضروری تھا۔ بادشاہوں، امراء اور نوابوں کے محلوں میں تو خاص طور پر نہریں بنائی جاتی تھیں۔ وہ ان نہروں سے کتنے لطف اندوز ہوتے تھے اس کے لئے انہیں میں سے کسی ایک کا یہ شعر پڑھ لیجئے:۔

چہار چیز غم از دل برد کدام چہار
شراب و سبزہ و آبِ رواں و روئے نگار

غرض قرآن حکیم نے زراعت کے لئے محکمۂ انہار قائم کرنے کی بھی ترغیب دی ہے۔

شرح پیداوار

زراعت کے سلسلہ میں دوسری اہم چیز شرح پیداوار ہے۔ آجکل پیداوار میں اضافہ کے لئے ٹریکٹر، عمدہ بیج، اور اچھی کھاد استعمال کی جاتی ہے اور یہ سچ ہے کہ اس کے نتیجہ میں شرح پیداوار بہت ترقی کر گئی ہے مگر قرآن مجید کھیتوں کی پیداوار جس معیار پر لانا چاہتا ہے ابھی تک دنیا کا اعلیٰ سے اعلیٰ محکمۂ زراعت بھی اس نشانے پر نہیں پہنچ سکا۔

قرآن پاک نے مثالی کاشتکاری کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ یہ ہے:۔ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ۔ واللہ یضاعف لمن یشاء۔ واللہ واسع علیم۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ایک ایسے بیج کی مثال دی ہے۔ جس کے ایک دانے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی اگر زمین میں ایک من بیج ڈالا جائے تو سات سو من غلہ پیدا ہو۔

یہ ہے اسلام کے نزدیک معیاری اور ترقی یافتہ کھیتی کا نمونہ اور جوں جوں جدید طریقوں سے کاشتکاری ہو رہی ہے قرآنی بیان کی صداقت واضح ہوتی جاتی ہے۔ پہلے ہمارا کسان چھ سات گنی پیداوار پر قناعت کر لیتا تھا۔ اگر ایک من بیج کے بدلے اس کو چھ سات من غلہ مل جاتا تو وہ سمجھتا کہ ہم گھاٹے میں نہیں رہے۔ لیکن آج جہاں سائنٹیفک طریق پر کاشتکاری ہو رہی ہے وہاں کی پیداوار کی اوسط ہر سال بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ قرآن کریم نے معیاری کھیتی کا جو نمونہ پیش کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیج کے اعتبار سے سات سو گنی پیداوار ہونی چاہیئے۔ بلکہ اور اضافہ کی گنجائش ہے

قرآن مجید نے یہ جو کہا کہ سات سو گنے سے بھی زیادہ اضافہ کی گنجائش ہے۔ اس پر زیادہ حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ ماہرین زراعت بار بار یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ابھی اور بہت سے دریافت طلب طرق ہیں جن کی دریافت کے بعد شرح پیداوار اور بڑھ جائیگی۔

تابکاری کا اثر زراعت پر

یہ تو ہم سب کو معلوم ہے کہ جب سے ایٹمی توانائی دریافت ہوئی ہے انسان کی بہت سی مشکلات حل ہو گئی ہیں انہیں میں زرعی مشکلات بھی ہیں فصلیں جن ارضی و سماوی حوادث سے دوچار ہوا کرتی ہیں۔ جیسے سردی یا گرمی کی زیادتی سے فصل کا خراب ہونا۔ کیڑے لگ جانا چھلکوں کا نرم و کمزور ہونا۔ ڈنٹھل کا نرم و نازک ہونا اور پیداوار کا کم ہونا۔ اب ان تمام مشکلات پر قابو پانے کے لئے "جوہری تابکاری" سے کام لیا جا رہا ہے۔ یعنی کھیتوں اور باغوں میں ایٹمی شعاعیں پھیلا دی جاتی ہیں۔ جن کا پودوں اور درختوں پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ دہلی کی عالمی نمائش میں ہمیں بھی

اس کھیتی کا نمونہ دیکھا تھا۔ ماہرین زراعت کا اعتراف ہے کہ تابکاری کے ذریعہ تمام زرعی مشکلات پر قابو پانے میں آسانی ہوگئی ہے

مقناطیس کا اثر زراعت پر

انہی دنوں اور ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے وہ یہ کہ پانی اور کھاد کے علاوہ مقناطیس کا بھی پیداوار پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ کھیتوں میں مقناطیسی لوہے کے ٹکڑے پھیلا دیئے جائیں۔ تو شرح پیداوار بہت بڑھ جائے گی خصوصًا ٹماٹر کی فصل پر مقناطیس کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔

پودوں اور سبزیوں کی اقسام

اس کے علاوہ ابھی اس بات کی بھی بہت گنجائش ہے کہ پودوں اور سبزیوں کی اور اقسام کھیت میں بوئی جائیں دہلی کے مشہور طبی رسالہ "ہمدرد صحت" بابت جنوری ۱۹۶۴ء میں غذا نباتات پر ایک مضمون آیا ہے اس میں پودوں اور سبزیوں کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی چھ لاکھ اقسام ہیں۔ ان میں سے صرف سات قسموں کی کاشت ہوتی ہے اسی سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ابھی زراعت میں اور کتنی ترقی کی گنجائش ہے

یہی حال مویشیوں اور دوسرے جانوروں کا بھی ہے ان کے متعلق بھی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے اور نت نئے انکشافات ہو رہے ہیں جن کے باعث گوشت دودھ اور اُون کی پیداوار میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے

چوبیس گھنٹوں میں دو انڈے

ان دنوں آسٹریلیا کا پولٹری فارم ریسرچ کر رہا ہے۔ کہ کس طرح ایک مرغی سے چوبیس گھنٹوں میں دو انڈے حاصل کئے جائیں۔ وہ دن دُور نہیں جب وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مویشیوں وغیرہ کی اقسام

پولٹری فارم کے علاوہ ڈیری فارم میں بھی ابھی ترقی کی بہت گنجائش ہے "ہمدرد صحت" دہلی نے مذکورہ بالا شمارہ میں جانوروں کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی دو کروڑ اقسام ہیں۔ ان میں سے صرف پچاس اقسام پالتو ہیں۔

اب ہم خود سوچ سکتے ہیں کہ اگر غلّہ کی پیداوار سات سو گنی ہو جائے۔ پودوں اور سبزیوں کی اور ہزاروں اقسام زیر کاشت آجائیں۔ ڈیری فارم والے جانوروں کی اور دو چار سو اقسام پالتو بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔ گوشت۔ دودھ اور اُون کی پیداوار میں سینکڑوں گنے اضافہ ہو جائے مرغیاں بھی چوبیس گھنٹوں میں دو انڈے دینے لگیں۔ تو کیا آدمی مستقبل میں کمی خوراک کے اندیشہ سے خاندانی منصوبہ بندی کی طرف مائل ہو سکتا ہے؟ ضرورت ہے تمام وسائل بروئے کار لانے کی۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تنہا امریکہ آج اتنا غلّہ پیدا کرتا ہے کہ وہ آدھی دنیا کو کھلا سکتا ہے تو دوسرے ممالک کی زمین اتنا غلّہ کیوں پیدا نہیں کر سکتی؟ کیا امریکہ کی زمین کے کیمیاوی اجزاء ہمارے ملک کی زمین سے بالکل مختلف ہیں؟ اگر وہاں "ہُن" برس سکتا ہے تو یہاں کیوں نہیں برس سکتا ہے؟

اگر آج ایشیا کا کسان بھی اپنی ذہنیت بدل ڈالے تعلیم حاصل کرے خود تحقیقات کرے دوسروں کی تحقیقات سے فائدہ اٹھائے اور کروڑوں ایکڑ زمین جو آج بلا کاشت پڑی ہے اسے زیر کاشت لانے کی جدوجہد کرے تو انسان کبھی قلّت خوراک کے خوف سے پریشان نہیں ہو سکتا۔ پھر تو یہ فکر

ہو گی کہ زمین جو اس طرح غلّہ اُگل رہی ہے آخر اسے کس دستور میں رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے زرعی پیداوار اسی نشانے پر لانے کے لئے فرمایا ہے کہ وما من دابّۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری لی ہے۔ اور زمین کے متعلق فرمایا کہ وقدر فیھا اقواتھا۔ یعنی زمین میں اندازہ کرکے سبھوں کی روزی پیدا کر دی ہے۔

طریق کاشتکاری

اب ذرا طریق کاشتکاری کے متعلق بھی قرآن حکیم کا بیان سن لیجئے۔

کسانوں نے اکثر دیکھا ہے۔ کہ فصل پکنے کے قریب آتی ہے تو تیز ہوائیں چلتی ہیں اور پودے زمین پر جھک جھک جاتے ہیں اور فصل تباہ ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ ان پودوں کی جڑیں اور ڈنٹھل مضبوط نہیں ہوتے۔ لہذا کسانوں کو اس طرح کھیتی کرنی چاہیئے کہ جڑیں اور ڈنٹھل سخت اور مضبوط ہوں۔

چنانچہ ایک اور جگہ قرآن مجید نے کھیتی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع
اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی جو ہو تو اس کی جڑیں اور ڈنٹھل سخت اور مضبوط ہونے چاہئیں۔ ایسی ہی فصل بادو باراں کا مقابلہ کر سکتی ہے اور ایسی ہی فصل سے کسان کو خوشی ہو سکتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اب میں زراعت کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں۔ بخاری شریف کتاب المزارعہ میں ہے کہ انہ رای سکۃ وشیئًا من اٰلۃ الحرث فقال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل ھذا بیت قوم الا ادخلہ اللہ الذل۔ یعنی ایک مرتبہ ابو امامہ باہلیؓ نے ہل اور کھیتی کے بعض دوسرے آلات دیکھے تو انہوں نے یہ آلات دیکھکر کہا کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ یہ آلات جس گھر میں داخل ہونگے اس میں ذلت بھی داخل ہو جائیگی۔

یہ ابو امامہ باہلیؓ کی روایت ہے۔ یہ ایک بزرگ اور ثقہ راوی ہیں۔ اور مکثرین صحابہ میں ہیں۔ میں نے ان کی اس روایت کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے اس کا حقیقی منشاء واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ روایت اخبار غیبیہ میں سے ہے اور اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسانوں کے ذلت آمیز مستقبل کی خبر دی ہے۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں جب ہم کسانوں کی سرگذشت کا مطالعہ کرتے ہیں تو حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت حرف بحرف صحیح ثابت ہوتی ہے بیچارے کسان جن پر انسانی معیشت کا دارومدار ہے ہر عہد میں حکام وعمال کے جوروستم کے شکار رہے ہیں۔ ہر ملک میں انہیں تختۂ مشق ستم بنایا گیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کاشتکار اپنے پیشے کے اعتبار سے امن پسند اور سادہ مزاج ہوتا ہے وہ ایک محنت کش طبقہ ہے۔ اسی کو مویشیوں کی نگہداشت ہل جوتنے کی مشقت اور فصل کی فکر سے کبھی فرصت نہیں ملتی بیج بونے کے بعد فصل کے کاٹنے تک اس کا دل دھڑکتا رہتا ہے۔ فصل کی کٹائی کے بعد بھی اس کو اطمینان نصیب نہیں ہوتا ہے۔ کھلیان کی فکر رہتی ہے مبادا اسے آفت یا بارش ہو اور

کٹا کٹایا غلہ برباد ہو جائے۔ پھر اس کو بازاری نرخ کے نشیب و فراز کا خوف بھی بے قرار رکھتا ہے۔

غرض ایک کسان کی زندگی اتنے فکر و تردد میں گھری رہتی ہے کہ اس کو ملکی تغیرات، سیاسی انقلابات اور فوجی مہمات پر دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ وہ طبعًا یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں امن قائم رہے اور ہماری کھیتیاں اسی پُرامن ماحول میں پکتی رہیں۔

اس کے مقابل سیاسی اقتدار والوں کی بوالہوسی اور جوع الارض دیکھئے کہ وہ ہمیشہ ملک گیری اور سیاسی اقتدار کے لئے قوموں اور ملکوں کو تاخت و تاراج کرتے رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی نیا حکمران ملک کو اپنے پنجۂ اقتدار میں لیتا ہے تو سب سے پہلے یہ سیدھے سادے کسان ہی ان کی زیادتیوں کے شکار بنتے ہیں۔ فوج کو خوراک چاہیئے اس لئے کسانوں کو خوراک مہیا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ورنہ ان کی کھیتی لوٹی جاتی ہے اور مویشی پکڑے جاتے ہیں۔

دنیا کا ہر انقلاب کسانوں کی اس بے بسی اور زبوں حالی کی ایک نئی شہادت پیش کرتا ہے۔ ہندوستان میں کسانوں کی بدحالی انگریزی راج کے دور میں انتہاء کو پہنچ گئی انگریزوں کے جاری کردہ زمینداری و جاگیرداری نظام نے کاشتکاروں کا رہا سہا بل بھی نکال کر رکھ دیا۔ غرض ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت واقعات کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے

ہم اس روایت کا یہ مطلب کبھی قبول نہیں کر سکتے کہ زراعت کوئی ذلیل پیشہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق خود رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے "مقام جرف" میں زراعت کی ہے۔ انصار مدینہ کا عام پیشہ زراعت اور باغبانی ہی تھا۔ قرآن مجید نے زراعت کی ترغیب دی ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسان اور باغبان کے متعلق فرمایا کہ **مامن مسلم یغرس غرسا اویزرع زرعا فیأکل منہ طیر او انسان او بهيمة الا كان له به صدقة** ۔ (بخاری کتاب الزراعۃ)

یعنی کوئی مسلمان ایسا نہیں جو باغبانی یا کاشتکاری کرتا ہے اور چڑیا یا انسان یا چوپایہ اس کے باغ یا کھیت سے کچھ کھاتا ہے مگر یہ کہ یہ اس کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک تو زراعت "فرض کفایہ" ہے کلی طور پر اس سے بے اعتنائی قابل مؤاخذہ۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر اہل زراعت ملکی و ملی دفاع پر اس کو ترجیح دینے لگیں تو یہ پیشہ موجب ذلت ہو جائے گا چونکہ اس صورت میں دوسری قوم ان کے ملک پر قابض ہو جائے گی۔ اور ان کے گلے میں غلامی کا طوق پہنا دے گی۔

تجارت

اصول معیشت میں دوسری چیز تجارت ہے۔ قرآن مجید نے تجارت کو ایک اعلیٰ ذریعہ معاش قرار دیا ہے۔ خود سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی۔ نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی۔

سورۂ قریش میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے ان تجارتی سفروں کی تعریف کی ہے جو وہ سردی و گرمی کے موسم میں کیا کرتے تھے۔ امت کا بہترین طبقہ جس پر تاریخ اسلام ناز کرتی ہے۔ ان میں اکثر تجارت پیشہ تھے۔ خلفاء راشدین اور اکثر فقہاء امت تجارت ہی کرتے تھے۔ مہاجرین کرام کو تجارت کا اتنا وسیع تجربہ تھا کہ ہجرت کے بعد وہ مدینہ اور آس پاس کی منڈیوں پر چھا گئے۔ یہودیوں کی عداوت کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ یہ زر پرست قوم ایمان پر زر پرستی کو ترجیح دیتی تھی۔

اور جب ان کی منڈی میں اور ایک تجارت پیشہ قوم آگئی - تو وہ آتش حسد میں جل گئے۔

اس اصول معیشت کے متعلق قرآن مجید - احادیث اور کتب فقہ میں بہت مفصل احکام بیان کئے گئے ہیں - ان کتب میں جہاں نماز روزہ کے آداب بتائے گئے ہیں وہیں تجارت اور لین دین کے مفصل احکام بھی موجود ہیں - بلکہ جس طرح آج کل کی ترقی یافتہ تجارت میں بہت سی تجارتی اصطلاحات مروج ہیں اسلامی فقہ میں وہ اصطلاحیں پہلے سے مستعمل ہیں مسلمان فقہاء نے نماز روزہ کی طرح کتاب البیوع یعنی خرید و فروخت کے احکام مدوّن کرنے میں بھی اعلیٰ ذہانت و بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ ہر جگہ کے بازار و تجارت کا مال کچھ کم و بیش ایک ہی قسم کے نشیب و فراز سے گزرتا ہے اس لئے تجارت اور بیوپار پر غور و فکر کرنے والوں کا انداز بھی ایک ہی سا ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی جب ہم نویں اور دسویں صدی کے فقہاء کی تجارت پر بحث پڑھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ہزار سالہ پرانے فقیہ نہیں بلکہ اس زمانے کا کوئی وزیر تجارت بات چیت کر رہا ہے۔

صنعت و حرفت

اصول معیشت میں تیسری چیز صنعت و حرفت ہے - صنعت و حرفت ترقی یافتہ ممالک کی نشانی ہوتی ہے - قرآن مجید نے بھی حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام کے زمانے کے صنعتی کارخانوں کا ذکر کیا ہے غالباً حضرت داؤد علیہ السلام آہنگری کا کام کرتے تھے - اور اس فن میں ان کو اتنی مہارت حاصل تھی کہ گویا لوہا ان کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جایا کرتا تھا - اور وہ اس سے جو سامان چاہتے بنا لیتے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والنّا له الحدید - ہم نے داؤد کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا۔

اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کے صنعتی کارخانوں کا خدا نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے - ویعملون له ما یشآء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب -

اس کارخانے میں بڑے بڑے محراب مجسمے اور دیگیں بنا کرتی تھیں یعنی تعمیرات - آرائش اور باورچی خانہ کے حیرت انگیز سامان بنائے جاتے تھے۔

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دباغت کا کام کرتی تھیں اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دستکار تھیں (صحابیات)

عام ذرائع معیشت

ان اصول معیشت کے بعد اب میں چند ذرائع معیشت کا ذکر کرتا ہوں - ان میں ایک خدمت قوم و ملک ہے - خدمت قوم کا مطلب یہ ہے کہ قوم کی ذہنی و علمی پرورش کا سامان کرنا - جیسے تاریخ - جغرافیہ - قانون - ریاضی اور سائنس وغیرہ کی کتابیں پڑھانا -

ملک کا دفاع

اور خدمت ملک یہ ہے کہ ملک کے دفاع نظم و نسق اور داخلی و خارجی مسائل حل کرنے کی کوشش کرنا - اسلام میں ملک کے دفاع کا جو مقام ہے وہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جنگ مؤتہ کے موقعہ پر جب رومی عیسائیوں نے عرب پر حملہ کر دیا تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ملک و ملت کی طرف سے دفاع کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی جس کا سپہ سالار حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا - اور فرمایا کہ اگر جعفر شہید ہو جائیں

تو زید- اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ باری باری اسلامی فوج کے سپہ سالار بنیں۔

میدان جنگ میں ہوا بھی کہ رومیوں نے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا- اور اس حملہ میں حضرت جعفر شہید ہو گئے لیکن قبل اس کے کہ اسلامی جھنڈا ان کے ہاتھ سے گرے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت زیدؓ نے لپک کر وہ جھنڈا اٹھا لیا- رومیوں نے دوبارہ حملہ کیا- اور اس حملہ میں حضرت زید بھی شہید ہو گئے اب حضرت عبداللہ بن رواحہ کی باری تھی- اب انہیں حضرت زیدؓ کی طرح لپک کر جھنڈا اٹھانا چاہیئے تھا- مگر انہوں نے چند لمحے جھنڈا اٹھانے میں پس وپیش کیا- چونکہ اس وقت جھنڈا اٹھانا موت کو دعوت دینا تھا- آخر انہوں نے چند لمحے پس وپیش کرنے کے بعد جھنڈا اٹھایا- تو ان کے ساتھ بھی وہی ہوا جو دونوں پہلے سپہ سالاروں کے ساتھ ہوا تھا یعنی وہ بھی شہید ہو گئے۔

یہ تو میدانِ جنگ کا حال تھا ادھر مدینہ میں اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کشف دکھایا- آپ نے دیکھا کہ جنت میں تین تخت بچھے ہیں- جن پر نہایت قیمتی گدے بچھے اور ہیرے جواہر ٹکے ہوئے ہیں- تینوں تخت نہایت دیدہ زیب وخوشنما ہیں- آپ کو بتایا گیا کہ تینوں تخت حضرت جعفر- زید اور عبداللہ بن رواحہ کے ہیں آپ نے وہاں دیکھا کہ جعفر اور زید کے تخت میں ذرا بھی خرابی نہیں- مگر عبداللہ کے تخت کا ایک کونہ ذرا سا جھکا ہوا ہے اس لئے تخت میں ذرا عیب سا پیدا ہو گیا ہے اس جگہ آپ کو بتایا گیا کہ اس تخت کا کونہ جھکنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ذرا دیر کے لئے ملک وملت کی طرف سے دفاع کرنے میں پس وپیش سے کام لیا تھا- اس لئے یہ کونہ جھکا دیا گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کے نزدیک ملک وملت کا دفاع کتنی اہمیت رکھتا ہے اور اس فرض کی ادائگی میں ذرا بھی کوتاہی خدا کو کس قدر ناپسند ہے۔

چنانچہ اسلام نے سرحد کی حفاظت میں ہمیشہ ہوشیار اور مستعد رہنے کی تاکید کی ہے- قرآن مجید فرماتا ہے:-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا

اے مومنو! ہمیشہ صبر واستقامت سے کام لو اور سرحد کی حفاظت پر کمربستہ رہو۔

لہذا اسلامی تعلیم کے مطابق مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہنی چاہیئے جن کا کام ملک کی طرف سے دفاع ہو۔

مذہب وملت کی خدمت

اسلام کے نزدیک طلب معاش کا ایک اور قابلِ عزت ذریعہ مذہب وملت کی خدمت ہے۔

قرآن کریم نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ ان میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو دین کی سوجھ بوجھ حاصل کرتی رہے- اور ہمیشہ اخلاقی وروحانی فضائل کی تکمیل میں لگی رہے اسلام کے نزدیک جو اس کام پر مامور ہیں وہ بھی ایک باعزت پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

مذہب وملت کا مفہوم

اس جگہ ہم یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم جب مذہب وملت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کے مفہوم میں بہت وسعت ہوتی ہے مذہب سے ہماری مراد وہ طریق نہیں

جو انسان کو صرف نماز روزہ اور پوجا پاٹ کی تلقین کرے بلکہ
ہم جو مذہب پیش کرتے ہیں اس کا نام اسلام ہے اور اسلام
میں جہاں نماز روزہ کی تاکید کی گئی ہے وہیں اس کا ایک
اہم باب اقتصادیات کا باب بھی ہے قرآن و احادیث کے
علاوہ آج تک جتنی کتابیں اسلامی فقہ۔ تصوف اور اخلاق پر
لکھی گئی ہیں ان سب میں اقتصادی احکام کی پابندی پر بھی
اتنا ہی زور دیا گیا ہے جتنا نماز اور روزہ پر۔ بلکہ صحیح
یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک جو اقتصادی معاملات میں خائن
ہے اس کی دوسری عبادت بھی غیر مقبول ہوتی ہے یعنی
اسلام کے اقتصادی احکام نماز و روزہ پر اثر انداز ہیں۔
اس لئے جب میں یہ کہتا ہوں کہ مذہب و ملت کی خدمت بھی
معاش کا ایک بہترین ذریعہ ہے تو اس میں اقتصادیات کا علم
و عمل بھی شامل ہوتا ہے یعنی جو نماز و روزہ اور دیگر عبادات
کے ساتھ قوم کو اقتصادی تعلیم دیتا ہے اور ان کے اقتصادی
حالات درست کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ بھی معاش
کے ایک بہترین ذریعہ سے رزق حاصل کر رہا ہے۔

معاشی نظام میں اس زمانے کے غیر مسلم ماہرین
اقتصادیات خصوصاً کمیونسٹوں سے جہاں اسلام کا زبردست
اختلاف ہے وہ یہی مقام ہے ان کے نزدیک اقتصادیات میں
اخلاقیات و روحانیات کا کوئی دخل نہیں اسی لئے وہ تمام
مذہبی تحریکوں کی بھی مادی تعبیر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ
مذہبی تحریکیں دراصل اقتصادی تحریکیں تھیں جنھیں مذہب
کا لبادہ اوڑھا دیا گیا۔

ملازمت

میں اب ذرائع معیشت میں سے اور ایک قابلِ
عزت ذریعۂ معیشت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔
اور وہ ہے "ملازمت"۔ اسلام کے نزدیک محنت۔ مزدوری
اور قوتِ بازو سے روزی کمانا نہایت قابلِ عزت پیشہ ہے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیر الکسب
کسب العامل اذا نصح۔ یعنی بہترین کمائی مزدور کی
کمائی ہے بشرطیکہ وہ نیک نیتی سے کام انجام دے (مجمع الزوائد)

مزدوروں کے حقوق

مذاہبِ عالم میں اسلام پہلا
مذہب ہے جس نے مزدوروں
کے حقوق متعین کئے ہیں۔ لیبر یونین تو آج بنی ہے مگر اسلام
میں مزدوروں کے حقوق پہلے ہی تسلیم کئے گئے ہیں۔

(۱) مزدوروں کو مناسب اجرت دینی۔
(۲) مزدوروں کو وقت پر مزدوری دینی۔
(۳) طاقت سے زیادہ کام نہ لینا۔
(۴) مزدوروں کو صحت بخش غذا مہیا کرنا۔
(۵) مزدوروں کے لئے کام کے اوقات کی تعیین۔
(۶) مزدوروں کو حق اجرت کے علاوہ پیداوار کے منافع
میں بھی شریک کرنا۔ یہ اس وقت کے اہم مسائل ہیں۔ ہر جگہ
کی لیبر یونین ان مسائل کو حل کرنے کے لئے احتجاج۔ اسٹرائک
اور دوسرے آئینی و غیر آئینی ذرائع اختیار کرتی رہتی ہے
لیکن اسلام نے چودہ سو سال پہلے مزدوروں کے یہ حقوق
تسلیم کئے ہیں۔

پہلے حق کے متعلق ابن حزم ظاہری نے اپنی المحلّی میں
ایک حدیث قدسی نقل کی ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
کہ اگر کسی نے مزدور سے کام تو پورا لیا۔ مگر اجرت اس کی محنت
اور کام کے مطابق نہیں دی۔ تو میں اس مزدور کی طرف سے
خود لڑونگا۔ (محلّی احکام الاجارات)

دوسرے حق کے متعلق بخاری شریف میں ہے کہ مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دیدو۔

تیسرے حق کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی جاندار پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ مت ڈالو۔ لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا۔ اور محلّی کی مذکورہ بالا حدیث کے آخری حصے میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔

اسلامی تعلیم کے مطابق مزدور کو صحت بخش غذا مہیا کرنا بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ان خیر من استاجرت القوی الامین۔ یعنی اچھا مزدور وہی ہے جو طاقتور اور امین ہو۔ اگر آج ہم اپنی ملوں اور کارخانوں کی پیداوار زیادہ کرنا چاہتے ہیں تو مزدوروں کو اچھی غذا مہیا کرنی ضروری ہے۔

نیز واضح ہو کہ مزدوروں کے لئے کام کے اوقات کی تعیین مزدوروں کی دنیا کا بہت اہم مسئلہ ہے۔ جاگیردارانہ نظام اور پھر سرمایہ دارانہ نظام میں ایک عرصہ تک مزدوروں سے جانوروں کی طرح کام لیا گیا۔ مگر اب عام طور پر ان کے لئے کام کے اوقات کی تعیین کر دی گئی ہے۔

ہم جب اس نقطۂ نظر سے اسلامی نظام کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مزدوروں کے لئے کام کا وقت طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک ہے یعنی چھ یا زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے اور وہ بھی صرف دن میں۔

اسلامی نظام یہ ہے کہ اسلام ہر مسلمان کو دن رات میں پانچ وقتوں کی نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ ان میں ظہر و عصر۔ مغرب اور عشاء کے اوقات ایسے ہیں۔ کہ ہر ڈیڑھ دو گھنٹوں کے بعد ایک نماز کا وقت آجاتا ہے۔ البتہ جب ہم صبح اور ظہر کی نمازوں کا وقت دیکھتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان ایک لمبا وقفہ نظر آتا ہے یعنی سردی میں چھ گھنٹوں اور گرمی میں آٹھ گھنٹوں کا۔

اس نظام الاوقات سے ظاہر ہے کہ اسلام کے نزدیک روزی کے لئے محنت اور مزدوری کا وقت وہی ہے جو آفتاب کے طلوع و زوال کے درمیان کا وقت ہے۔ اس کے بعد خدا کے دربار میں ڈیوٹی شروع ہو جاتی ہے۔

رہ گئی "نائٹ شفٹ" یعنی عشاء اور فجر کے درمیان کی ڈیوٹی تو یہ کبھی اسلام میں پسندیدہ نہیں سمجھی جا سکتی قرآن مجید بار بار یہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے رات آرام کے لئے بنائی ہے کام کے لئے نہیں۔

آج ملوں اور کارخانوں میں تین شفٹ کی جو ڈیوٹیاں ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مل مالک یا کارخانہ دار تھوڑے سرمایہ سے زیادہ نفع حاصل کرنا چاہتا ہے تین شفٹ کر دینے کی وجہ سے ایک مل تین ملوں کا اور ایک کارخانہ تین کارخانوں کا کام کرتا ہے۔ ان سرمایہ داروں کو مزدوروں کی صحت اور انسانی حقوق سے کوئی دلچسپی نہیں۔

چوتھا سوال مزدوروں کے منافع میں شرکت کا ہے تو میں پہلے یہ کہہ چکا ہوں کہ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا سے یہ ثابت ہے کہ زمین کی چیزیں دھنوانوں کو خدا کی طرف سے جاگیر کے طور پر نہیں دی گئی ہیں۔ بلکہ تمام انسان اس کی ملکیت میں شریک ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کی قسمت زیادہ یاوری کرتی ہے۔ وہ کسی چیز پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور وہ چیز اس کی طرف منسوب ہو جاتی ہے۔

لیکن اصل اور حقیقت کے اعتبار سے وہ چیز اس مزدور کی بھی ہے۔ جو پیداوار بڑھانے کے لئے محنت کر رہا ہے اس اعتبار سے منافع میں مزدور کا بھی حق ہونا چاہیئے۔ لیبر یونین آج بونس کے نام سے جو مطالبہ کرتی ہے۔ اسلام بنیادی طور پر بونس کے مطالبہ کو تسلیم کرتا ہے۔

اقتصادیات کا یہ اہم نکتہ جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے تفسیر کبیر اور دوسری تحریروں میں بہت جامع رنگ میں بیان کیا ہے۔

اسلام میں ان حقوق کے علاوہ اجیر و مستاجر یعنی مزدور اور مالک سے متعلق مفصل احکام بیان کئے گئے ہیں عموماً محدثین اور فقہاء نے یہ احکام بیان کرنے کے لئے جو باب باندھا ہے اس کو "کتاب الاجارات" کہتے ہیں۔ اس باب میں ہر جگہ اسلام کا رجحان یہ نظر آتا ہے کہ مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ اور مالکوں کو بھی ظلم سے بچایا جائے۔

اگرچہ اسلام فقہی جزئیات کا پابند نہیں مگر مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کی یہ دین ہے کہ ان کے اہل نظر علماء نے زراعت تجارت۔ صنعت اور دیگر مالی شعبوں کے متعلق ایسی وسیع تحقیقات کا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ کہ اگر ہم آج نئے سرے سے ان موضوعوں پر اپنی فقہ مرتب کرنی چاہیں تو ہر قدم پر ہم کو ان فقہاء کے اقوال و نتائج تحقیق سے مدد مل سکتی ہے۔

اقتصادیات اور غلامی

یہ ظاہر ہے کہ انسان پیدائشی طور پر آزاد و خود مختار ہے مگر یہ بھی صحیح ہے کہ عہد قدیم سے انسانوں کا ایک طبقہ دوسرے طبقے کی غلامی کرتا آ رہا ہے۔ آزادی اور غلامی کی تاریخ دراصل فاتح اور مفتوح کی تاریخ ہے۔ اقوام کی جنگ میں فتح و شکست کا سلسلہ ہمیشہ سے آ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لیکن انسانیت کا زوال اس دن سے شروع ہوا جس دن سے شکست کو غلامی کا روپ دیا گیا۔ حالانکہ وہ شکست جس کے پیچھے بزدلی و نامردی نہ پائی جاتی ہو قابل ملامت نہیں۔ امیر نے کتنا اچھا کہا ہے ؎

شکست و فتح تو قسمت سے ہے ولے اے امیرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

جنگی قیدی اور غلامی

انسان کی اقتصادی حرص نے جنگی قیدیوں کے خلاف سازش کی اور قوانین منظور کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگی قیدی عمر بھر کے قیدی سمجھے گئے۔ اور ان کی اولاد جو حالت قید میں پیدا ہوتی وہ پیدائشی قیدی سمجھی گئی۔ اس طرح آہستہ آہستہ انسانی سماج میں دستور غلامی نے جڑ پکڑ لی۔

پھر جب ایک طبقے کو اقتصادی اقتدار کا مزہ مل گیا تو اب وہ غلام رکھنے کے حریص ہو گئے۔ پھر تو وہ دھاندلی مچائی گئی کہ جس طرح جنگل یا دریا میں جال ڈال کر جانور اور مچھلیاں پھنسائی جاتی ہیں اسی طرح طاقتور قوموں نے کمزوروں کو جال ڈال کر پھنسایا۔ اور ان کو اپنا غلام بنانا شروع کیا۔

ظہور اسلام

ساتویں صدی عیسوی میں جب دنیا میں اسلام کا ظہور ہوا۔ غلامی کا رواج اپنے جوبن پر تھا۔ ہر ملک میں لاکھوں اور کروڑوں انسان دوسروں کی غلامی کرتے تھے۔ ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔ انھیں جانوروں کی طرح مارا پیٹا جاتا تھا

اور جانوروں کی طرح بیچا جاتا تھا۔ غلاموں کی خرید و فروخت کے لئے بڑے بڑے بازار لگائے جاتے تھے۔

انسانیت کے اس زوال پر کسی نے چار آنسو نہیں بہائے سب سے پہلے اس زوالِ آدمیت پر جو جی بھر کے رویا وہ "مذہب اسلام" ہے۔ یہ تو اسلام نے بھی دیکھا کہ دنیا کے اقتصادیات کا غلاموں سے بڑا گہرا تعلق ہے اور اگر غلامی فوراً ختم کر دی جائے تو دنیا کا اقتصادی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ مگر اس کے باوجود اس نے انسانوں کے بنیادی حقوق پر اقتصادی حقوق کو برتری نہیں دی۔ اور اس نے دستور غلامی ختم کرنے کے لئے بہت سے قوانین بنائے۔

اسلام اور جنگی قیدی

اسلام کے سامنے سب سے پہلے جنگی قیدیوں کا مسئلہ آیا۔ اسی سے غلامی کی ابتداء ہوئی تھی اور دوبارہ اسی سے غلامی کا دستور رائج ہو سکتا تھا۔

اس نے پہلا قانون تو یہ بنایا کہ جب تک خونریز جنگ نہ ہو کوئی جنگی قیدی نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کہیں معمولی سی جھڑپ ہوئی۔ اکا دکا حملہ ہوا۔ اور جھٹ دشمنوں کو پکڑ کر قیدی بنانے لگے۔

پھر دوسرا قانون یہ نافذ کیا کہ جنگی قیدی عمر بھر کے قیدی نہیں ہوتے یا تو ان پر احسان کرو اور انہیں تاوانِ جنگ لئے بغیر چھوڑ دو۔ یا پھر تاوانِ جنگ لیکر انہیں رہا کر دو بہر صورت انہیں رہا کرنا ہوگا۔

مکاتبت

پھر یہ حکم دیا کہ اگر وہ قیدی یکمشت تاوان کی رقم ادا نہیں کر سکتا۔ اور تم سے قسط وار رقم ادا کرنے کی رعایت چاہتا ہے تو تم اس کو یکمشت تاوان دینے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ تم کو بالاقساط ادائیگی منظور کرنی ہوگی مگر آزاد وہ اسی وقت ہو جائے گا جب قسط وار معاہدے کا معاملہ طے ہوگا۔ اسلام نے یہ احکام دے کر نئے غلام بنانے کا دروازہ بالکل مسدود کر دیا ہے۔ ان احکام کے لئے دیکھئے (سورۃ انفال $\frac{9}{5}$ سورۃ محمدؐ $\frac{1}{5}$ اور سورۃ نور $\frac{4}{10}$)

کفارۂ گناہ

دوسرا حکم اس نے یہ دیا کہ تم سے جو بعض اوقات خدا کی اور معاشرے کی نافرمانی ہو جاتی ہے۔ تو اس کے کفارہ میں غلام آزاد کیا کرو۔

روزے کا کفارہ ادا کرنا ہے؟ —— غلام آزاد کرو۔
قسم کا کفارہ ادا کرنا ہے؟ —— غلام آزاد کرو۔
قصاص سے بچنا چاہتے ہو؟ —— غلام آزاد کرو۔
کفارہ ظہار ادا کرنا ہے؟ —— غلام آزاد کرو۔
خدا کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو؟ غلام آزاد کرو۔

اس کے بعد اسلام نے غلام کے مالکوں پر کچھ ایسے فرائض عائد کئے کہ مسلمانوں کے لئے غلاموں کو رکھنا دوبھر ہو گیا۔ اسلام نے حکم دیا کہ

تم جو کھاتے ہو وہی غلام کو کھلاؤ۔
تم جو خود پہنتے ہو وہی غلام کو پہناؤ
اس کی طاقت سے زیادہ کام نہیں لے سکتے۔
اس کو تھپڑ نہیں مار سکتے۔ اگر کبھی مارا تو سمجھا جائیگا کہ تم غلام رکھنے کے قابل نہیں اور وہ فوراً آزاد ہو جائیگا

ان احکام سے غلاموں کے متعلق اسلام کا منشاء معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا سے غلامی کے رواج کا قلع قمع کر دیا جائے اور انسان کے اقتصادیات کا جوا غلاموں کے کندھے پر نہ رکھا جائے۔

یورپ اور غلامی

اسلام نے تو چودہ سو سال پہلے ہی غلامی کے خلاف قوانین بنائے اور نافذ بھی کئے۔

لیکن غیر مسلم دُنیا میں غلامی کا قانون انیسویں صدی عیسوی کے نصف تک نافذ رہا - امریکہ جہاں مغربی افریقہ سے لاکھوں کروڑوں انسان غلام بنا کر لائے گئے تھے۔ صرف ایک صدی قبل وہاں غلامی خلاف قانون قرار دی گئی ہے لیکن اس کے نتیجے میں وہاں جتنے ہولناک واقعات ہو رہے ہیں اور ان کا جو انجام ہوگا۔ وہ امریکن صدر مسٹر کینیڈی کے واقعۂ قتل سے ظاہر ہے۔

صبر- قناعت- توکّل

یہ اسلامی اقتصادیات کا نہایت اہم باب ہے اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے متکلمین نے بھی اپنے اقتصادی مباحث میں ان الفاظ کو جگہ دی ہے۔ آسائش اور خوشحالی کی حالت میں انسان کا خیانت، حق تلفی اور چوری جیسے مجرمانہ حرکات سے دور رہنا قابل تعریف نہیں ہے۔ جوہر انسانیت کا پتہ اس وقت لگتا ہے۔ جب انسان تلخی و تنگدستی کی زندگی میں بھی انسانی قدروں کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

امیری و غریبی دھوپ چھاؤں ہے- کبھی یہاں کبھی وہاں اس لئے کبھی تم معیشت کی تنگ و تاریک گلیوں کی طرف بھی دھکیلے جا سکتے ہو- ایسی حالت میں اگر تم کو انسانی اوصاف سے متصف رہنا ہے تو صبر و قناعت والی زندگی کی عادت ڈالو۔

عقیدے کا اثر معیشت پر

اس جگہ یہ واضح ہو جانا چاہئے کہ عقائد کا معیشت پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے زندگی کا سکھ اور چین کسے مطلوب نہیں لیکن بعض اوقات انسان محض عقائد کی بنیاد پر آرام و آسائش کی زندگی کو قربان کر دیتا ہے۔

ایمان باللہ

اسی لئے اسلام نے اقتصادیات کا صالح نظام قائم کرنے کے لئے ایمان باللہ کے عقیدے پر بہت زور دیا ہے۔ اس نادیدہ ہستی پر ایمان لانے کے بعد تمام دینی تقاضوں پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اکابر اسلام کا اسوۂ حسنہ

یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جلیل القدر اصحاب کرام کی اقتصادی زندگی کا اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔

عرب پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانروائی آپ کی زندگی میں ہی قائم ہو گئی تھی- اور آپ کے خلفاء راشدین کے عہد میں اسلامی حکومت کی حدود مصر- افریقہ اور پاکستان تک پہنچ چکی تھیں- مگر ان کی زندگی میں اسراف و فضول خرچی کا پتہ نہیں ملتا- چونکہ قرآن نے فضول خرچی سے منع کیا ہے وہ وسائل معاش پر قابض ہونے کے باوجود صبر، قناعت اور توکّل ہی کی زندگی پسند فرماتے رہے- چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صبر و قناعت کی تلقین فرمائی ہے۔ اسلئے ان بزرگوں کی اتباع میں تمام جلیل القدر صوفیاء، فقہاء اور راہنمائے امت کا ایک معزز طبقہ زاہدانہ زندگی ہی گزارتا رہا- حالانکہ اس وقت مسلمانوں کا ایک ربع مسکون پر سکہ رواں تھا- اور سارے اقتصادی وسائل ان کے ہاتھوں میں تھے-

لادینی اقتصادیات

لیکن اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ دنیا جوں جوں مذہب سے دو[illegible]

اقتصادیات سے صبر، قناعت، کفایت شعاری اور اس قسم
کے الفاظ نکلتے چلے گئے اور آج نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے
کہ اقتصادیات اور اخلاقیات کا رشتہ بالکل ٹوٹ چکا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ آج اقتصادیات کے نام پر بیسیوں اصلاحی
و انقلابی تحریکات جاری ہیں۔ مگر "سود خوری" بدستور معیشت
کا جزو بنی ہوئی ہے۔ دولت مند نفع اندوزی کے لئے اور
محنت کش طبقہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے سب سے
پہلے اخلاقی اقدار کو ہی نظر انداز کرتا ہے۔

لیکن اسلام نے انسان کو منافع اور حقوق حاصل
کرنے کے لئے دائرۂ اخلاق سے باہر جانے کی اجازت نہیں
دی۔ اس نے تاکید کی ہے کہ اگر تمہارے راستے میں کوئی
مجبوری حائل ہو جائے اور تمہاری اقتصادی حالت خستہ
ہو جائے تو اس وقت بھی جادۂ اعتدال سے مت ہٹو۔ دغا
فریب اور حرص و آز کے طریق پر مت چلو۔ بلکہ صبر و تقویٰ
کی زندگی اختیار کرو۔

مگر افسوس کہ آج یہ الفاظ جن سے جوہر انسانیت
کو چار چاند لگتے ہیں۔ مہمل و بے معنے سمجھے گئے۔ اور اقتصادیات
کی بنیاد محض مادی مفاد کی تحصیل پر رکھی گئی اس کا نتیجہ یہ ہے
کہ دن بدن انسان جوہر انسانیت سے محروم ہوتا جاتا ہے۔

علمِ اقتصاد

اس سے پہلے کہ میں یہ موضوع ختم کروں اسلامی و غیر
اسلامی علم اقتصاد کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ "اقتصاد"
آمد و خرچ میں میانہ روی کو کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو اقتصادیات
کا علم قرآن کریم۔ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اور فقہاء کے اقوال سے حاصل ہوا ہے۔

جب ہم ان تینوں ذرائع معلومات کا مطالعہ کرتے
ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اسلام بہت سیدھے سادے طور پر اقتصاد کا
احکام بیان کرتا ہے۔ وہ اس علم کو فلسفے کا رنگ نہیں
چڑھاتا۔ وہ ایک ہی نشست میں جہاں طہارت، نماز و
روزہ کے احکام سناتا ہے وہیں اقتصادی احکام بھی
بیان کر دیتا ہے حتّٰی کہ وہ اسلامی مفکر جو موشگافی، نکتہ
سنجی اور فلسفہ دانی میں یگانۂ روزگار سمجھے گئے ہیں۔
جیسے امام غزالی وغیرہ۔ انہوں نے بھی اقتصادیات پر
قلم اٹھایا تو اس کو افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ سے
دور ہی رکھا۔ اور نہایت عام فہم انداز میں سب باتیں
سمجھا دیں۔ لیکن جب سے یورپین مفکروں نے اس موضوع
پر لکھنا شروع کیا ہے۔ تو یہ سیدھا سادہ سا علم بھی
فلسفے کا پیچدار و غیر ہموار راستہ بن گیا ہے۔ بات تو
ہے پیٹ اور روٹی کی۔ مگر وہ اس کے حصول کا طریقہ بتانے
سے پہلے ارواح و اجسام، مظاہر قدرت، فلسفۂ ہمہ اوست
اور فلسفۂ زمان و مکان وغیرہ سمجھاتے ہیں اور انہی پہیلیوں
میں زیادہ وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

اسلام کا معاشرتی نظام

اب میں چند باتیں اسلام کے معاشرتی نظام کے متعلق
کہنا چاہتا ہوں۔ اس نظام کے ماتحت پہلا سوال بیوی
کا آتا ہے۔ جس سے خاندان بنتا ہے۔ اور پھر معاشرتی
مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

آجکل اس مسئلہ پر جو علماء ریسرچ کر رہے ہیں وہ
کہتے ہیں کہ شادی بیاہ کا مروجہ طریقہ مذہب کا عطیہ ہے

انسان کے ابتدائی دورِ حیات میں اس کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا - اس وقت جنسی تعلقات پیدا کرنے پر کوئی پابندی نہیں تھی - وہ اس معاملہ میں جانوروں کی طرح آزاد تھے -

اسلامی تعلیم

جب اسلام آیا تو اس نے شادی بیاہ کے متعلق ایک جامع و مکمل دستور پیش کیا - اس نے پہلے تو انسان کو نکاح کرنے کی ترغیب دی - پھر یہ تعلیم دی کہ اگر ذاتی - خاندانی - قومی یا دینی ضرورت متقاضی ہو تو ایک مرد بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ان کے درمیان ظاہری سلوک میں ہمیشہ عدل و انصاف برقرار رکھنا ہوگا - اور اگر اسکی صلاحیت نہ ہو تو پھر ایک ہی بیوی پر قناعت کرنی ہوگی -

غرض اسلام نے نکاح کرنے پر زور دیا ہے اور اس مذہب میں تجرد کی زندگی ناپسندیدہ سمجھی گئی ہے -

ماہرین آبادی کا اعتراف

آج ماہرین آبادی یہ تسلیم کرتے ہیں - کہ بداخلاقیوں کا سرچشمہ تجرد کی زندگی ہے - اکتوبر ۱۹۶۳ء میں بمبئی کے "ماہرین آبادی" نے یہ انکشاف کیا کہ بمبئی میں جو شادی شدہ افراد ہیں ان کا چالیس فیصد حصہ رہائش کی قلت کے باعث اپنی بیوی اپنے ساتھ نہیں رکھتا مطلق مجرد افراد کی تعداد ان کے سوا ہے - شہر بمبئی میں مجرمانہ بہیمانہ واردات کی کثرت کی یہی وجہ ہے اسی مجبوری کے باعث حکومت مہاراشٹر ابھی تک بمبئی میں عصمت فروشی کو خلاف قانون قرار نہیں دے سکی - حالانکہ ہندوستان کی دوسری تمام ریاستوں میں یہ حیا سوز کاروبار ممنوع قرار دیا جا چکا ہے -

۲۶ جنوری ۱۹۶۴ء کو "قانون دان خواتین" کی جو آل انڈیا کانفرنس بمبئی میں منعقد ہوئی اس میں اس بات پر سخت احتجاج کیا گیا کہ بمبئی کے بعض دوا ساز کارخانوں میں شادی شدہ افراد کو ملازمت کی اجازت نہیں اگر کوئی ملازم شادی کر لے تو اس کو ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا ہے -

ان تمام حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ ایک معزز اور نیک چلن شہری بن کر زندگی بسر کرنے کے لئے انسان بیوی کا محتاج ہے جس پر اسلام نے زور دیا ہے - حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا - النکاح من سنّتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی یعنی نکاح میری سنت ہے پس جو شخص میری سنت سے منہ موڑتا ہے وہ میرے طریق پر گامزن نہیں -

نکاح کی غرض

پیغمبر اسلام فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ نیک اور خوشگوار زندگی گزاری جائے اور ایک نیک خاندان یادگار کے طور پر چھوڑا جائے - ایک مرتبہ آپ نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار! تم عورتوں کی دولت یا خوبصورتی دیکھ کر کوئی غلط فیصلہ نہ کر بیٹھنا - بلکہ اپنے لئے دیندار بیوی کا انتخاب کرنا پھر فرمایا کہ علیکم بذات الدین تربت یداک علیکم بالولود الودود - یعنی تم دیندار اولاد جننے والی اور محبت کرنے والی عورت سے شادی کرنا -

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک

اسلام عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی سخت تاکید کرتا ہے وہ انہیں جنس لطیف سمجھتا ہے - اور

ان کو "آبگینہ" کا خطاب دیتا ہے' قرآن مجید کا ارشاد ہے
عاشروھن بالمعروف - اپنی بیویوں کے ساتھ محبت
کی خوشگوار زندگی گزارو - اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں - خیرکم خیرکم لاھلہ - یعنی
تم میں سب سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے
اچھا ہے -

آجکل عموماً ترقی یافتہ لوگوں کی طرف سے عورتوں
کے حقوق کی آواز اٹھائی جاتی ہے - انھیں ملوں، فیکٹریوں
آفسوں اور دکانوں میں مختلف کام دیئے جاتے ہیں - اگر ان
غلغلوں کی بنیاد سیاسی مقاصد پر نہ ہو - یا کسی کی تہذیب
کو "ہدفِ ملامت" بنانا نہ ہو تو ان مطالبات کا خلاصہ اتنا
ہی نکلتا ہے کہ عورتیں اقتصادی اعتبار سے شوہر یا اولاد
کی بالکل دستِ نگر نہ ہوں بلکہ کچھ ان کی اپنی دولت بھی
ہونی چاہیئے جن پر انھیں کا قبضہ ہو - اس نقطۂ نظر
سے دیکھیئے تو اسلام نے چودہ سو سال پہلے عورتوں کو یہ
حق دلایا ہے - اسلامی قانون کے مطابق عورتوں کا اپنے
والدین - شوہر اور اولاد کی جائداد میں ایک مقررہ حصّہ
ہے - اگر آج دنیا میں اس قانون کا صحیح طور پر نفاذ ہو جائے
تو دنیا کی تمام عورتیں صاحبِ جائداد ہو جائیں -

حقِ مہر

اس کے علاوہ اسلامی قانون کے مطابق ہر عورت
اپنے شوہر سے ایک معتدبہ رقم "حقِ مہر" کے
طور پر وصول کرنے کی مجاز ہے - یہ اس کی ذاتی ملکیت ہوتی
ہے - اور اس کو اپنی یہ دولت اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے
کرنے کا کامل اختیار ہے -

سلسلہ توالد و تناسل کی تاکید

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ نکاح محض جنسی خواہشات پوری کرنے کے لئے نہ کرو
بلکہ اس کو توالد و تناسل کا ذریعہ بناؤ - آپ نے فرمایا - انا
اباھی بکم الامم - یعنی میں تمہارے ذریعہ اپنی امت کی
کثرت پر فخر کرونگا - اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - لاتقتلوا
اولادکم خشیۃ املاق - یعنی تنگیٔ رزق کے خوف
سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو -

قرآن کریم نے ہر مسلمان کو ایک دعا سکھائی ہے اس سے
معلوم ہوگا کہ اسلام کیسی مبارک و پاکیزہ نسل قائم کرنے
کی ترغیب دیتا ہے - وہ دعا یہ ہے :-

ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ
اعین و اجعلنا للمتقین اماما - اے خدا ہمیں
ایسی بیویاں اور ایسی ذریت عطا کر جو آنکھوں کے لئے ٹھنڈک
ہوں اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا -

ماں باپ کا حق

اسلامی معاشرے میں اولاد پر والدین
کا ادب و احترام بھی فرض ہے قرآن
مجید نے جو آداب معاشرت بتلائے ہیں ان میں اس بات پر
بہت زور دیا گیا ہے - کہ کبھی والدین کی دل آزاری نہ کرو -
ان کے ساتھ نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو - اور ان کے لئے
ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہو - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - ولا
تقل لھما اُفٍّ ولا تنھرھما و قل لھما
قولاً کریماً - واخفض لھما جناح الذل من
الرحمۃ و قل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا
تم اپنے والدین کو اُف تک نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو ان سے
لطف و اکرام کی بات کہو اور ان کے سامنے جذبۂ رحمت سے
تذلل و خاکساری کا طریق اختیار کرو اور تم یہ دعا کرو - کہ

اے اللہ تو ان دونوں پر اسی طرح رحم کر جیسے ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے والدین کو تاکید کی کہ اکرموا اولادکم یعنی تم اپنی اولاد کی تکریم کرو۔ انھیں اچھی تعلیم دلاؤ۔ اور انھیں قابل اعتماد سمجھو

اسلامی تعلیمات کے اس باب کو ہم "خاندانی تعلیمات" کا عنوان دے سکتے ہیں۔ آج کل ماہرین آبادی "خاندان" کی جو تعریف کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ رشتہ دار خواہ اکٹھے رہتے ہوں یا دور دور،

گھر کی تعریف

خاندان کے بعد "گھر" کی باری آتی ہے آجکل کی اصطلاح میں گھر کی تعریف یہ ہے: "افراد کا وہ مجموعہ جو ایک باورچی خانہ سے کھاتے ہیں"

گھر کے بعد ہم اپنے پڑوسیوں کی طرف آتے ہیں۔

پڑوسی کی تعریف یہ ہے "وہ لوگ جو ہمارے گھر کے آس پاس سکونت رکھتے ہیں"

اسلام نے ہم کو بود و باش اور رہن سہن کا جو طریقہ بتایا ہے اس میں گھروالوں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور امن و عافیت کی زندگی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ بنی نوع انسان کا لمبا تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ گھروالوں اور پڑوسیوں کے ساتھ امن و عافیت سے رہنا بہت دشوار ہوتا ہے۔

وہ لوگ جو ایک ہی باورچی خانے سے کھانا کھاتے ہیں یا وہ لوگ جن کے مکان آمنے سامنے یا قریب قریب ہیں ان کو دن رات ایک دوسرے سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ اور ہمیشہ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن سے تعلقات میں تلخی پیدا ہوا کرتی ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ عملی دنیا میں ایسے لوگوں کا میل ملاپ اور پریم و محبت سے رہنا جذبۂ صبر و خیر اندیشی کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد مومن کی یہ علامت بتائی کہ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ یعنی مرد مومن اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ گویا "پنچ شیل" کی وہ دفعہ کہ "تم بھی جیو اور دوسروں کو بھی جینے دو"۔

السلام علیکم

اسلام نے اس کی سخت تاکید کی ہے بلکہ اللہ اور رسول نے مسلمانوں کو اسی ضرورت و حکمت کے ماتحت یہ تعلیم دی ہے کہ تم آپس میں ہر ملاقات اور جدائی کے وقت السلام علیکم کہا کرو۔ یعنی زندگی کے تمام لمحات میں اپنے ملنے جلنے والوں کے لئے سلامتی کی دعا کرتے رہو۔

یہ دعائیہ جملہ جو آپ ہمیشہ مسلمانوں کی زبان سے سنا کرتے ہیں عجیب جامع و مانع دعا ہے۔ یہ دعا قیدِ زمان و مکان سے آزاد ہے اور اس بات کا ٹھوس ثبوت ہے کہ امن دوستی و سلامت روی اسلامی معاشرے کا طغرائے امتیاز ہے۔

وہ لوگ جن پر اسلامی تہذیب کا کم اثر پڑا ہے۔ وہ السلام علیکم کی جگہ خدا حافظ۔ شب بخیر اور Good Morning وغیرہ جیسے الفاظ کہا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی دعائیہ الفاظ ہیں اور شرک کی آمیزش سے پاک ہیں لیکن جو لطافت اور جامعیت "السلام علیکم" میں ہے وہ دوسرے الفاظ میں نہیں۔ ان کے مقابل ان دعائیہ الفاظ یا آداب ملاقات کا ذکر ہی فضول ہے جن سے اجرام۔ عناصر یا جاندار

کی پرستش کی بُو آتی ہے۔

پڑوسیوں سے حسنِ سلوک

اسلام نے عمومی طور پر جذبۂ خیر سگالی کو انگیخت کرنے کے علاوہ خاص پڑوسیوں سے حسن سلوک کی بھی سخت تاکید کی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ ہمیں پڑوسیوں سے نیک برتاؤ کی اتنی تاکید کرتے کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ پڑوسیوں کو وارث ہی نہ بنا دیں۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو حضرت لقمان علیہ السّلام کی زبانی بھی معاشرت کے چند آداب بتائے ہیں وہ اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

یٰبُنَیَّ اقمِ الصّلوٰۃ وأمر بالمعروف و انه عن المنكر۔ واصبر علی ما اصابك ان ذٰلك من عزم الامور۔ ولا تصعر خدك للنّاس ولا تمش فی الارض مرحا۔ ان الله لا یحب كل مختالٍ فخور۔ واقصد فی مشیك واغضض من صوتك ان انكر الاصوات لصوت الحمیر۔ اے بیٹے نماز پوری شرائط کے ساتھ ادا کیا کرو۔ نیک باتوں کا حکم دیتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو۔ تنگی اور ترشی میں صبر کرو۔ یقیناً یہ اولوالعزموں کا کام ہے۔ اپنے گال لوگوں کے سامنے غصہ سے مت پھُلاؤ۔ زمین میں تکبّر سے مت چلو۔ اللہ تعالےٰ شیخی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو۔ اور اپنی آواز دھیمی کرو۔ سب سے ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے۔

یہ نظامِ معاشرت کے قیمتی موتی ہیں۔ قرآن مجید نے یہ تعلیمات بیان کر کے مسلمانوں کو باوقار اور سنجیدہ زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

مسیح پاک کی معاشرتی تعلیم

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بھی احمدیوں کو اسی نظامِ معاشرت میں پرو دیا ہے۔ آپ نے "احمدیت" کے نام سے اقامتِ دین کی جو تحریک چلائی اس کے منشور کی دس دفعات ہیں۔ آپ نے ان دفعات کے ذریعہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہا جس کی بنیاد توحید، خدا پرستی، خدمتِ خلق اور صبر و وفا پر ہو۔

آپ نے اپنی یہی تعلیم دوسری جگہ ان پُرشوکت الفاظ میں بیان فرمائی۔

"دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُنیا کی لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے۔ بد نظری سے۔ اور خیانت سے رشوت سے اور ناجائز تصرّف

سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کے تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔
جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود مہدی معہود نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی مجلس میں بیٹھتا اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغگو، جعلساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا۔ جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔" (کشتی نوح)

یہ ہیں وہ ضروری اجزاء جن کی ترتیب کے بعد ایک "اسلامی معاشرہ" قائم ہوتا ہے۔

طہارتِ بدنی

ابھی تک میں نے اسلامی معاشرہ کے متعلق جتنی باتیں بیان کی ہیں وہ طہارت پاکیزگی تعلقات سے تعلق رکھتی ہیں اب میں چند طہارتِ جسم کے متعلق کہنی چاہتا ہوں
میں بدن کی صفائی پر بھی بہت زور دیا گیا ہے۔ ایک مسلمان پھٹے پرانے کپڑے میں تو رہ سکتا ہے مگر اس کو اس کی اجازت نہیں کہ اپنے بدن کی صفائی نہ کرے۔ اور میلے کچیلے کپڑے پہنے۔ اگر اس کے سر پہ لمبے لمبے بال ہیں اور چہرے پر داڑھی و مونچھ ہے تو اس کو اجازت نہیں کہ اپنے ان بالوں کو خودرو پودوں کی طرح چھوڑ دے۔ بلکہ اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ بال رکھتے ہو تو ان میں تیل بھی لگاؤ اور کنگھی بھی کرو۔ اور انھیں اتنا بڑھنے کی اجازت نہ دو کہ تمہارے کندھوں پہ ناگ کی طرح لہرانے لگیں۔ نہ داڑھی مٹھی بھر سے زیادہ رکھو۔

نہ مونچھوں کو ہونٹوں پر آنے کی اجازت دو۔ آنکھ میں عندالضرورت
سرمہ بھی لگاؤ اور آئینے کا بھی استعمال کرو۔

ہمارے محدثین اور فقہاء نے طہارت بدنی کے احکام
کچھ اس ڈھنگ سے لکھے ہیں۔ کہ بستر خواب سے اٹھنے کے بعد شب
باشی کے کپڑے پہننے تک کے سارے آداب بتا دیئے گئے ہیں۔
طہارت وزینت کا وہ حصہ جو عورتوں سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی بسط
وتفصیل سے لکھا گیا ہے۔ مرد وعورت دونوں کو طہارت کے ساتھ
خوشبو استعمال کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ اور اجتماعات
میں شرکت کا ادب بھی بتایا گیا ہے۔

دانتوں کی صفائی

بدن کی صفائی میں دانتوں کی صفائی کو
خاص اہمیت حاصل ہے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت میں دانتوں کی صفائی کا خاص طور پر
ذکر آتا ہے آپ خود ہمیشہ مسواک کیا کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بھی
دانتوں کی صفائی پر ابھارتے رہتے تھے۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ
جس وضو میں مسواک استعمال کی جائے اس وضو کی نماز دوسری
نمازوں سے ستر گنا افضل ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی حکمت
آجکل کے محکمہ صحت کی رپورٹ سے بالکل واضح ہو جاتی ہے آج
تمام ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ دانتوں کی گندگی سے معدہ
کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ تو دانتوں کے ذریعہ پیدا ہونے
والی بیماریوں سے اتنے عاجز آگئے ہیں کہ انہوں نے دانت اکھیڑنے
کی ایک مہم جاری کر رکھی ہے۔

آجکل عام طور پر دانتوں کی صفائی کے لئے برش
اور منجن یا ٹوتھ پیسٹ کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن نہ معلوم
یہ منجن یا پیسٹ کیسے ناقص اجزاء سے تیار کئے جاتے ہیں
کہ دانتوں کی بیماری دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے اور اب تو ہندوستان
کے محکمہ صحت نے پیشگوئی کی ہے کہ اگر دانتوں کی بیماریوں کا
یہی حال رہا تو چند سالوں کے بعد چھوٹے بڑے سبھوں کے دانت
جھڑ جائیں گے۔ اور ممکن ہے کہ اگلی نسل دانتوں کے بغیر ہی
زندگی بسر کرے۔ ہندوستان کے اخبارات برابر محکمہ صحت کی رپورٹ
شائع کر رہے ہیں۔ اور عوام کو اس آنے والی وباء کے خطرے
سے ڈرا رہے ہیں۔

میں منجن یا ٹوتھ پیسٹ کا مخالف نہیں لیکن عوام
کی توجہ لندن کے بعض ڈاکٹروں کے اس مشورہ کی طرف مبذول
کرانا چاہتا ہوں کہ منجن یا پیسٹ کی بجائے صرف برش سے
دانت صاف کرنا زیادہ مفید ہے۔

بہرصورت اسلامی معاشرہ میں دانتوں کی صفائی پر
خاص توجہ دی گئی ہے اور تندرستی کا خاص خیال رکھا گیا ہے

میں اب اپنا مضمون ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسلام
کے اقتصادی ومعاشرتی نظام سے متاثر ہو کر چند اشعار کہے
ہیں۔ انھیں پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

چار چیزیں ہوں تو تیری زندگی ہے کامراں
اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے گا بے گماں
تیرے سینے میں ہو روشن علم وحکمت کا دیا
موجزن ہو تیرے دل میں یادِ حق کا ولولہ
فکرِ روزی سے ہو گر محفوظ تیری آبرو
اک شریکِ زندگی ہو نیک سیرت خوبرو
پھر بہارِ زندگی ہے، پھر جہاں آرا ہے تو
یعنی سورج چاند ثابت اور سیارا ہے تو

اڈیٹر کی ڈاک

الاعتصام کے اعتراض کا مدلّل و مسکت جواب

جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب دام اقبالہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق الفاظ صحابی اور رضی اللہ عنہ کے استعمال کے خلاف اخبار "الاعتصام" کے اعتراضات کے جوابات رسالہ الفرقان اور اخبار الفضل میں پڑھکر بے حد خوشی ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کو کس طرح دلائل قاطعہ اور براہین نیرہ سے مسلح فرمایا ہے کہ بڑے سے بڑے مخالفین کا منہ بند ہو جاتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ حق کے ساتھ عداوت کی وجہ سے کوئی اندھا ہو۔ اور عقل اور انصاف کے سامنے جھکنے کے لئے تیار نہ ہو۔ ورنہ حق بات یہ ہے کہ آپکے دلائل نہایت پختہ اور دل میں اُتر جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور بھی ایسی برکت عطا فرمائے کہ اسکی جنبش سے تعصب اور کورچشمی کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ آمین

ایک دردمند قدردان الفرقان کا گرامی نامہ

جناب قمر احمد صاحب بنی سرورڈ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"میرے خیال میں اگر جناب بقایادار نہ کیا کریں تو بہتر ہوگا رسالہ کیلئے ادھار کسی طرح ٹھیک نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ الفرقان جیسا رسالہ ہمیشہ مالی مشکلات میں رہتا ہے اس کی وجہ ہماری کمزوری ہے جسے اب دور کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ جناب کو ۲۰ روپیہ دیا کرونگا۔ مجھے شرم آتی ہے جب آپ مالی مشکلات کا حال لکھتے ہیں مہربانی فرما کر آپ ہمیشہ میری طرف -/۲۰ روپے کا بل بھیج دیا کریں۔ دعا ہے کہ خدا تعالےٰ آپ کی ہر طرح مدد فرمائے۔ آمین

طابع و ناشر: ابوالعطاء جالندھری ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت: دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

• **حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-**

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس۳۰ چالیس۴۰ ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵؍جنوری ۵۶ء)

• **حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-**

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مُسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پُوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پُوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نُور سے منور کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱/۶/۵۹)"

(الفضل ۱۰؍جولائی ۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینجر الفرقان ربوہ

Monthly "AL-FURQAN" Rabwah

LEADING RELIGIOUS URDU PERIODICAL OF THE
AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM

AUGUST 1964 Regd. No. L. 5708

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا